مولود کعبہ

از : مولانا شاہ عین الحیدر علوی

ہمارے حضورؐ انور پر خالق کائنات نے انعام الٰہی کی بارش فرمادی۔ علوم و معرفت کا مخزن اور جود و عطا کا سرچشمہ آپ کی ذات مقدسہ کو بنا دیا، اب ضرورت ہے اس علم باطنی میں وراثت کی جو اس علم سینہ، اس علم لدنی اور لوح محفوظ کے اس علم کو تاقیام قیامت قائم و دائم رکھے کیونکہ پروردگار عالم نے اس کی حفاظت کا وعدہ فرمایا ہے: انا نحن نزلنا الذکر وانا لہ لحافظون یعنی بے شک ہم نے ہی ذکر نازل کیا اور بے شک ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔

حضورؐ انور علم کا شہر ہیں علم کے دروازہ تک رسائی کیونکر ہو؟ شہر علم کے در تک پہنچنے کی کیا صورت ہے:

محمدؐ عربی کابروے ہر دوسراست   کسی کہ خاک درش نیست خاک بر سر او
شنیدہ ام کہ تکلم نمود ہمچو مسیح   خوشا کلام لب لعل روح پرور او
کہ من مدینہ علم علیؑ در ست مرا   عجب خجستہ حدیثیست من سگ در او

یعنی محمد عربی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جو دونوں جہاں کی آبرو ہیں جو شخص حضورؐ کے در کی خاک نہیں اس کے سر پر خاک، میں نے سنا کہ آپ نے حضرت مسیح کی طرح فرمایا آپ کے لبہائے روح پرور کا نکلا ہوا کلام! کیا کہنا! فرمایا میں علم کا شہر ہوں علیؑ اس کا دروازہ۔ سبحان اللہ! کیسی مبارک و پیاری حدیث ہے، میں ان کے در کا کتا ہوں۔

یہ حضورؐ انور کی رسالت سے تقریباً دس سال پیشتر کا واقعہ ہے۔ حضورؐ کی چچی حضرت فاطمہ بنت اسد حضورؐ کے ساتھ خانہ کعبہ کا طواف کر رہی ہیں یہ وہی کعبہ ہے جس کے لئے ارشاد ہوا: ان اوّل بیت وضع للناس للّذی ببکّۃ مبارکا و ھدیً للعالمین یعنی بے شک یہ پہلا گھر ہے جو مکہ مکرمہ میں مقرر کیا گیا ہے لوگوں کے لیے جو سارے عالم والوں کے لئے ہدایت کا سرچشمہ ہے۔ یہ وہی کعبہ ہے جو ابراہیم کے مقدس ہاتھوں کی یادگار ہے یہ وہی کعبہ ہے جو حبیب خدا کی ولادت

باسعادت پر خود سجدہ میں گر کر گویا ہوا تھا الله اکبر الله اکبر الآن قد طهرني ربي عن انجاس المشرکین یعنی اللہ سب سے عظیم ہے، اب میرے پروردگار نے مجھ کو مشرکوں کی نجاست سے پاک کر دیا۔ یہ وہی کعبہ ہے جس کے سارے بت محمدؐ کے اس عالم میں تشریف لاتے ہی منھ کے بل گر پڑے تھے۔ اللہ کے اس گھر کو بتوں کی آلودگی سے پاک ہونا ہے۔ابراہیم کا یہ معبد منتظر ہے کہ اولاد ابراہیمی میں سے کوئی قدسی صفت آئے اور تا ابد الآباد کا سراصنام کعبہ(مولائے کائنات کا لقب یعنی بت شکن کعبہ) کی خلعت فاخرہ پہن لے۔ دوشہای مبارک رسالت منتظر ہیں کہ رسالت و امامت کی یکجائی ہو تاکہ دوش رسالت پر امامت کا عروج ساری کائنات دیکھ لے۔فاطمہ بنت اسد طواف میں مشغول ہیں۔ ہمراہ کون ہے؟ وہ نور مجسم جو واشرقت الارض بنور ربھا کی تفسیر ہے جو الله نور السموات والارض کی تعبیر ہے جس کی رسالت کی گواہی، کائنات کا ذرہ ذرہ دینے والا ہے۔

چون محمدؐ پاک بود از نار دود — ہر کجا رو کرد وجہ اللہ بود
چون محمدؐ حامد و محمود شد — چون محمدؐ عابد و معبود شد

(مولانا روم)

چونکہ محمدؐ نور تمام تھے اور آگ و دھواں، عناصر رسالت میں شامل ہی نہ تھا جس سمت بھی حضور کا روئے انور مڑا، وجہ اللہ نظر آیا محمدؐ حامد بھی تھے اور محمود بھی، عابد بھی تھے اور معبود بھی۔

فنا کیسی بقا کیسی جب اس کے آشنا ٹھہرے
کبھی اس گھر میں جا بیٹھے کبھی اس گھر میں آ ٹھہرے
محمد مصطفیٰ سے حضرت یوسف کو کیا نسبت
وہ مطلوب زلیخا تھے یہ محبوب خدا ٹھہرے

حالت طواف میں ہیں اور آپ کے شکم مبارک میں وہ بچہ ہے جو سردار دنیا و آخرت ہے جس کے سر پر انا و علي من نور واحد. میں اور علیؑ ایک ہی نور سے ہیں، کا تاج ہے۔ فاطمہ بنت اسد کو کیا معلوم کہ ان کے بطن میں جو بچہ سانسیں لے رہا ہے وہ باعث تطہیر کعبہ ہے:

گوہر چو پاک بود صدف نیز پاک بود — آمد میانہ حرم کعبہ در وجود
کعبش ز فیض کعبہ صفا داشت لاجرم — بر دوش سید دوجہاں جلوہ می نمود

عین حالت طواف میں حضرت فاطمہ بنت اسد کو درد زہ ہوتا ہے اور حضورؐ انور حکم دیتے ہیں کہ

کعبہ کے اندر جاؤ، خدا مشکل آسان کرے گا ختمی مرتبت کو علم ہے کہ والدہ بھی پاک مولد بھی پاک اور مولود بھی طیب و طاہر:

مطلع دیں پر ہوا ماہ امامت جب عیاں　　جگمگا اٹھا فضائے نور سے سارا جہاں
اے زمیں کعبہ تجھ کو فخر یہ حاصل ہوا　　سب سے پہلے گود میں آیا تری فخر جہاں

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی فرماتے ہیں یہ خبریں حد تواتر کو پہنچ چکی ہیں کہ فاطمہ بنت اسد نے حضرت علیؑ کو جوف کعبہ میں جنم دیا:

ولدت امه فی الحرم المعظم　　فطابت فطاب ولیدها والمولد

یعنی آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو حرم محترم میں جنا آپ خود بھی پاک ہیں تو مولوڈ بھی پاک اور مولد بھی پاک۔

سلمائے روزگار کو زرّیں قبا ملی　　انسانیت کو دولت صد ارتقا ملی
جیسے ہی نصف نور ملا نصف نور سے　　اپنے کو کردگار نے دیکھا غرور سے
شب ہائے ایں و آں میں ہوئی صبح منجلی　　باد مراد ناز سے مچلی گلی گلی
عرفان کائنات کی چٹکی کلی کلی　　اور روح ارتقا نے پکارا کہ اے علیؑ
لے یہ کلید علم یہ گیتی کا باب ہے　　اس خاک کو ابھار کہ تو بوتراب ہے
(جوش ملیح آبادی)

وہ چاند ماہ رجب کا نکلا وہ رند کعبہ کی سمت دوڑے
مے ولائے علیؑ جو چھلکی وہ دیکھو گردش میں جام آیا
(خمار بارہ بنکوی)

مہینہ رجب کا ہے جو فرحت و سرور اور نوید شادمانی لے کر آیا ہے، اس مبارک ماہ میں مولائے کائنات سلطان بحر و بر ساقی حوض کوثر نے اپنے وجود سراپا جود سے تمام عالم کو منور کیا، رشد و ہدایت کا یہ آفتاب ۱۳؍رجب کو اپنی تمامتر جلوہ سامانیوں کے ساتھ جلوہ گر ہوتا ہے:

نور ولایت توئی شاہ سلامٌ علیک　　شمع ہدایت توئی شاہ سلامٌ علیک
معدنِ عرفان توئی مخزنِ احسان توئی　　کاشف قران توئی شاہ سلامٌ علیک
لحمک لحمی نبیؐ گفت ترج جہ وئے　　سرور مردان علیؑ شاہ سلامٌ علیک

باہمہ انبیا آمدہ ای در خفا　　ظاہر و یا مصطفیٰ شاہ سلام علیک
پشت و پناہ امم از ہمہ رو محترم　　در ہمہ عالم علم شاہ سلام علیک
اسم مسکین تو بر رہ و بر دین تو　　بندۂ حمکین تو شاہ سلام علیک

تیرہویں رجب کی شب ہے جمعہ کا دن ہے عرش سے فرش تک بارش انوار ہے۔ کعبۃ اللہ کے در و دیوار رنگ و نور میں ڈوبے ہیں۔ حجر اسود سے نور کی کرنیں پھوٹ رہی ہیں۔فضائے دہر پر کیف و سرور کا عالم طاری ہے۔ کائنات کا ذرہ ذرہ رقص کناں ہے:

غلطیدہ آسماں پہ خمستاں کی روشنی　　اور حملکدہ پہ عترت وقرآن کی روشنی
قرآن پر رسولؐ کے داماں کی روشنی　　اور چہرۂ رسولؐ پہ یزداں کی روشنی
یزداں کی روشنی کا تموج قلوب میں　　اک سیل رنگ و نور شمال و جنوب میں

(جوش ملیح آبادی)

رنگ و نور کا سیلاب، فضائے دہر کی یہ عطر بیزی، زمین و آسمان کی سرمستی یہ سب کسی قدسی صفت کی آمد آمد کا ظہور ہے، کیا یہ سب اسی نور کی ضیا پاشیاں تو نہیں جس سے مخاطب ہو کر حسن ازل نے جھوم کر کہا تھا نور محمدی عین نور ایزدی ہے اور نور مرتضوی عین نور محمدی ہے:

پیمبر گفتہ است اے نور دیدہ　　زیک نوریم ہر دو آفریدہ
علیؑ چوں با نبی آمد زیک نور　　یکی باشند ہر دو از دوئی دور

پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے میری آنکھوں کے نور، ہم دونوں ایک ہی نور سے پیدا ہوئے، علیؑ جب نبی کے ساتھ ایک ہی نور سے پیدا ہوئے تو دونوں میں دوئی کا تصور بھی نہیں:

اسے کون دیکھ سکتا کہ یگانہ ہے وہ یکتا　　کہ دوئی کی بو بھی آتی جو کہیں دو چار ہوتا

آج کعبہ اپنی قسمت پر نازاں ہے کہ اس کے جوف میں وہ آفتاب عالمتاب جلوہ گر ہوا ہے جس کے دیدار کے مشتاق تمام ملائکہ و انبیاء ہیں۔ خانۂ خدا جوش مسرت سے جھوم رہا ہے کیونکہ جو مولود اس کے آغوش میں سانسیں لے رہا ہے وہ اللہ کے مقدس گھر کو بتوں کی آلودگی سے پاک کرے گا۔ کعبہ جانتا ہے کہ یہ وہ مولود ہے جو فخر انبیاءؑ کے دوش مبارک پر راکب ہونے کا فخر حاصل کرے گا۔ اسے یہ معلوم ہے کہ یہ نفس رسول ہے، کعبہ یہ بھی جانتا ہے کہ یہ قسیم النار والجنت ہے۔ یہ قرآن ناطق ہے۔ یہ باعث تنزیل آیات قرآن ہے۔ کعبۃ اللہ اپنی قسمت پر رشک کرتا ہے کہ یہ

نومولود جس نے اس کے جوف میں جنم لیا ہے اسی نور کا ایک جز ہے جس سے مخاطب ہو کر رب کعبہ نے فرمایا تھا لولاک لما خلقت الافلاک اللہ کا گھر بارش انوار سے جگمگا رہا ہے اور اس کی ضیاپاشیاں کائنات کے ذرہ ذرہ کو منور کئے ہوئے ہیں۔

وقتی کہ بہ کعبہ مرتضیٰ پیدا شد — در ارض و سما جلوہ نما پیدا شد
جبرئیل ز آسماں فرود آمد گفت — در خانۂ لم یلد، ولد پیدا شد

جس وقت کعبۃ اللہ میں جناب مرتضیٰ پیدا ہوئے تو آسمان و زمین میں جلوہ نما پیدا ہوا، جبرئیل نے آسماں سے آ کر بشارت دی لم یلد کے گھر میں ولد پیدا ہوا۔

آج کائنات محو رقص ہے کیونکہ مولائے کائنات کا ظہور ہوا ہے۔ اے کعبہ! تجھے مبارک ہو کہ تیرا محافظ آ پہنچا۔ اے بیت اللہ! وفور شوق و مسرت سے جھوم کہ تیرے رب کے محبوب کی آواز پر سب سے پہلے لبیک کہنے والا جلوہ گر ہوا۔ اے کعبہ! تو رب کعبہ کی عظمت و رفعت اور جاہ و جلال کا مرکز تھا، آج سے تو اس کی شان جمالی کا مظہر ہو گیا۔ اے کعبہ! آج سے تیرے حسن میں چار چاند لگ گئے کہ جو تو مولد تیری آغوش میں سانسیں لے رہا ہے وہ فخر نور و فخر آدم ہے:

بہ بحر کون و مکاں گوہر خوش آب علی است — بہ دفتر دو جہاں فرد انتخاب علی است
در اصل و فرع ببین و تمیز مرتبہ کن — ابوالبشر بود آدم ابو تراب علی است

کون و مکاں کے سمندر میں گوہر آبدار علیؑ ہے۔ دو جہاں کے دفتر میں فرد انتخاب علیؑ ہے۔ اصل پر نظر ڈالو اور فرع پر نظر کرو، ابوالبشر حضرت آدم ہیں اور ابوتراب حضرت علیؑ ہیں۔

حضورؐ انور تشریف لاتے ہیں۔ حسینؑ نومولود کو اپنے مقدس ہاتھوں سے غسل دیتے ہیں اس کے منھ میں اپنا لعاب دہن ڈالتے ہیں اور نومولود حضورؐ انور کی مبارک زبان چوستے ہوئے سو جاتا ہے۔

تغذیہ روحانی عالم شیر خوارگی میں ہی ہو جاتا ہے۔ دنیا میں آنے کے بعد سب سے پہلے جب آنکھ کھلتی ہے تو جمال محمدیؐ کا مشاہدہ ہوتا ہے۔ منازل شہود آنکھ کھلتے ہی طے ہو جاتے ہیں، نومولود کی پہلی سانس نفوس رسالت میں گم ہو جاتی ہے اور ہستی موہوم جمال یار کی آماجگاہ بن جاتی ہے:

باشیر خدا کسے چہ محرم باشد — ذاتش بہ نبی قریب و ہمدم باشد
سریست درین کہ کعبہ اش مولد شد — یعنی کہ علی امام عالم باشد

شیر خدا کا کون منکر ہو سکتا ہے آپ کی ذات گرامی تو نبی کریم کے انتہائی قریب اور حضورؐ کی ہمدم

ہے کعبۂ مشرفہ میں آپ کی ولادت باسعادت میں یہ راز پوشیدہ ہے کہ علیؑ پورے عالم کے امام ہیں۔

فخر الاسلام نجم الدین ابو بکر فرماتے ہیں کہ جب حضرت علیؑ پیدا ہوئے تو حضرت ابو طالب نے کعبہ کا پردہ پکڑ کر کہنا شروع کیا۔ اے اندھیری رات اور روز روشن کے مالک، اس لڑکے کا جو نام مناسب ہو رکھ۔ انہیں غیب سے آواز سنائی دی کہ اس کا نام آسمان کی بلندیوں میں علیؑ ہے اور وہ مشتق ہے علا سے جو اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے۔ آنحضرتؐ کو بھی ہاتف غیب نے اطلاع دی تھی کہ اس پاک مہذب اور ستودہ لڑکے کا نام علی رکھو:

علیؑ یگانۂ دوراں علیؑ ہے فرد فرید　　　علیؑ کا اسم ہے از اسمہائے رب مجید

(شاہ نیاز احمد بریلوی)

نجم الدین ابو بکر، مناقب صحابہ میں لکھتے ہیں کی زمانۂ شیر خوارگی میں ایک بار حضرت علیؑ گھر پر تنہا تھے والدہ کسی کام سے گھر سے باہر گئی ہوئی تھیں، ان کا گھر مکہ میں ایک پہاڑ کے پہلو میں تھا، ایک سانپ پہاڑ سے اترا اور اس نے حضرت علیؑ کو کاٹنا چاہا آپ نے اسے مضبوطی سے پکڑ لیا اور وہ سانپ آپ کے ہاتھ میں مر گیا۔ اتنے میں والدہ باہر سے تشریف لائیں اور سانپ کو مرا ہوا دیکھ کر کہنے لگیں حیاک اللہ یا حیدر اے میرے شیر، خدا تجھے زندہ رکھے اسی لئے آپ کا نام حیدر ہو گیا:

علیؑ مرتضیٰ مشکل کشای شیر یزدانی　　　زہے عزؔ وجلالی بو ترابی فخر انسانی

انوار نبوی کا آئینہ جس میں نبی اکرمؐ کے حسن جہاں تاب کے جلوے خالق کائنات نے سموئے تھے، وہ علیؑ جس کی قدوسیت کے گواہ قرآن کے صفحات ہیں اس علیؑ کی جبیں کرامت آگیں تمام عمر کبھی غیر خدا کے آگے نہ جھکی۔ یہی سبب ہے کہ مولائے کائنات کے نام نامی کے ساتھ لفظ کرم اللہ وجہہ مخصوص ہے یہ اعزاز نہ تو کسی نبی مرسل کو حاصل ہوا اور نہ کسی بھی مقرب صحابی کو۔

سلطانی عالم بقا می زیبد　　　یکتائی و پاکی بہ خدا می زیبد

محبوبی او بہ مصطفیٰ می زیبد　　　شاہی جہان بہ مرتضیٰ می زیبد

یکتائی اور پاکی خداوند تعالیٰ کو سزاوار ہے۔ عالم بقا کی سلطانی بھی اسے ہی زیب دیتی ہے، دنیا کی شہنشاہی علی مرتضیٰ کے لیے سزاوار ہے چونکہ آپ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے محبوب ہیں۔

محمد عربی کی آغوش تمنا میں پروان چڑھنے والا، سفر و حضر میں ہمہ دم حضورؐ انور کی رفاقت سے مشرف ہونے والا، محمدؐ کے رخ روشن سے تابانیاں کسب کرنے والا بچہ جس کی تمام تر تربیت ظاہری و

باطنی حضورؐ انور نے بہ نفس نفیس فرمائی۔ علیؑ جو شکم مادر ہی میں لبریز از ایمان تھے، جن کی ولادت باسعادت سے کعبۃ اللہ کے اندر رکھے ہوئے بت لرز رہے تھے، ایمان جن کے روئیں روئیں میں سرایت کئے ہوئے تھا، جن کا سینہ ازل سے معرفت وحکمت الٰہی کا خزینہ تھا۔ یہ انہیں علیؑ کا ذکر ہے، ۶۰۹ء کا واقعہ ہے دوشنبہ کے روز حضورؐ انور کی بعثت ہوئی۔ سرور کائنات اشهد ان لا اله الا الله کی صدائے توحید بلند فرماتے ہیں اور مولائے کائنات و اشهد انّ محمد عبدهٗ و رسوله کی ندا سے تصدیق رسالت فرماتے ہیں اللہ تبارک وتعالیٰ افمن شرح الله صدره للاسلام بس اس کے سینہ کو اللہ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہے کی خلعت فاخرہ سے اپنے حبیب کو مزین فرماتا ہے۔ مالک دوجہاں، سرور کائناتؐ کے سر پر و رفعنا لک ذکرک اور ہم نے آپ کے ذکر کو بلند کیا، کا تاج رکھ دیتا ہے اور سرور کائناتؐ اپنے حبیب، اپنے وصی اور اپنے ولی کے دامن و اذا ذُکرتُ ذُکرتَ جب میں یاد کیا جاؤں تو تم بھی یاد کئے جاؤ، کے انمول موتیوں سے بھر دیتے ہیں:

گر پرسدت کسی کہ علیؑ را نظیر است با او بگو کہ آب بہ بوی گلاب نیست
در نزد کبریا بجز از ختم انبیا کس را مقام و منزلت بوتراب نیست

اگر تم سے کوئی پوچھے کہ کیا علیؑ کی کوئی نظیر ہے تو جواب دو کیا پانی میں گلاب کی خوشبو ہوتی ہے؟ اور اللہ کے نزدیک انبیاء علیہم السلام کے بعد کسی کو وہ مقام یا وہ رتبہ حاصل نہیں جو علیؑ کو ہے۔

مسند امام احمد بن حنبل میں خلیفۂ دوم کا یہ قول درج ہے اے علیؑ تم اسلام لانے میں سب سے مقدم اور اللہ کے نزدیک بڑے مرتبہ والے ہو۔ امام ثعلبی اپنی تفسیر میں آیہ کریمہ والسابقون الاوّلون کے تحت حضرت عبد اللہ بن عباس سے سبقت اسلام، جناب علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کے قائل ہیں، مناقب خوارزمی میں حضرت عبد اللہ بن عباس سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے کہ بجز میرے اور علیؑ کے آسمان کی طرف کسی کے لا اله الاالله پر شہادت دینے کی آواز بلند نہیں ہوئی تھی۔ تمام احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت علیؑ ہی اور من صلی پہلے شخص جنہوں نے نماز پڑھی کے پورے پورے مصداق ہوئے۔

مسلم اول شہ مردان علیؑ عشق را سرمایۂ ایمان علی
از ولائے دودمانش زندہ ام در جہاں مثل گہر تابندہ ام
از روی او فال پیغمبر گرفت ملت حق از شکوہش فر گرفت

مسلم اول شہ مرداں علیؑ ہیں۔ عشق کی راہ میں ایماں کا سرمایہ علیؑ ہیں۔ حضورؐ کی آل و اولاد مقدس کے تولد کی بدولت میں زندہ ہوں اور اس دنیا میں مثل گھر کے میں چمک رہا ہوں، پیغمبر صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے آپ کے روئے انور سے فال لی ہے، آپ کے رعب و دبدبہ سے ملت حق کی آبرو قائم ہے۔

نبی کریمؐ کی صدائے توحید پر سب سے پہلے لبیک کہنے والا علیؑ جو اس امت کے موحدین کا امام، مومنین کا امام، متقین کا امام، صادقین کا امام، راکعین و ساجدین کا امام، اصفیاء کا امام، اولیاء کا امام، طاہرین و طیبین کا امام، عابدین و زاہدین کا امام، محبوبین و مقربین کا امام، شہدا و صدیقین کا امام، علما و صلحا کا امام جو **من کنت مولاہ فعلی مولاہ** کی روشنی میں مولائے کائنات:

ز مشرق تا بہ مغرب گر امام است　　　علیؑ و آل و اولادش تمام است

مشرق سے مغرب تک اگر کوئی امام ہے تو وہ علیؑ اور آپ کی مقدس آل و اولاد گرامی ہے۔ آپ حضورؐ انور کے قریب سے قریب تر ہوتے گئے ایسا کہ محمدؐ عربی کو اپنی سانس سے علیؑ کی بو محسوس ہونے لگی اور علمی شامہ انوار نبی ہو گئے۔ زبان رسالت سے بے ساختہ یہ الفاظ جاری ہوئے **انت منی و انا منک** تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے۔

حضرت مولانا رومؒ فرماتے ہیں:

اے شہ مردان و سرداران علیؑ　　　اے وصی مصطفیٰ مولی علیؑ
انت منی وانا منک اے فتی　　　لافتی الا علی المرتضی
یار خاصی سر قدسی گوش دار　　　لایق این سرتوی اے ہوشیار
کرم اللہ وجہہ در شان تو　　　تو ازان ما و ہم از آن تو

اے جوانمردوں اور سرداروں کے شہنشاہ علیؑ! اے محمد مصطفیٰ کے وصی و جانشیں مولی علیؑ، تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے، اے جوانمرد علیؑ مرتضی کے سوا کوئی جوانمرد نہیں آپ حضورؐ انور کے مخصوص صحابی ہیں اور عالم قدس کے اسرار میں سے ایک اہم راز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ یاد رکھئے کہ اس راز سر بستہ کے محرم حقیقی آپ ہی ہیں۔

نبوت کی خلعت فاخرہ زیب تن فرمانے کے تین سال بعد حضورؐ انور کو خالق کائنات کا حکم ہوتا ہے کہ اب اعلانیہ اسلام کی تبلیغ کیجئے اور **انذر عشیرتک الاقربین** اور آپ اپنے قریبی رشتہ داروں

کو اللہ سے ڈرایئے۔ آیت نازل ہوتی ہے۔ آنحضرتؐ کوہ صفا پر چڑھ کر اپنے تمام خاندان کو جمع فرماتے ہیں اور اسلام کی دعوت دیتے ہیں اور فرماتے ہیں اے بنی عبدالمطلب خدا کی قسم میں تمہارے سامنے دنیا و آخرت کی بہترین نعمتیں پیش کرتا ہوں، بولو تم میں سے کون اس شرط پر میرا ساتھ دیتا ہے کہ میرا معاون و مددگار بنے، سارا مجمع چپ رہتا ہے، سناٹا طاری ہو جاتا ہے، اچانک سناٹے کے سینہ کو چیرتی ہوئی ایک آواز آتی ہے اگرچہ میں عمر میں سب سے چھوٹا ہوں مجھے آشوب چشم کا عارضہ ہے میری ٹانگیں پتلی ہیں پھر بھی میں آپ کا معاون اور مددگار بنوں گا۔ نبی کریم دوبارہ اس بار گراں کو اٹھانے کی دعوت دیتے ہیں۔ دوبارہ وہی آواز پہلے سے بھی زیادہ عزم و استقلال کے ساتھ بلند ہوتی ہے۔ تیسری بار پھر ختمی مرتبتؐ کی زبان مبارک دعوت ایمان کا نعرہ بلند کرتی ہے اور اپنا وصی ایک خلیفہ اور وزیر تلاش کرتی ہے، تیسری بار پھر وہی کمسن لیکن ایمان و ایقان اور عزم بالجزم میں ڈوبی ہوئی آواز ابھرتی ہے اگرچہ میں اس مجمع میں سب سے کمسن ہوں، سب سے زیادہ کمزور ہوں لیکن اس بار گراں کو اٹھانے کے لئے پوری طرح سے تیار ہوں:

آسمان بار امانت نتوانست کشید — قرعۂ فال بہ نام من دیوانہ زدند

وہ جو سارے مجمع میں سب سے چھوٹا تھا۔ خالق کائنات کی نظروں میں اتنا عظیم ہو گیا کہ اس کی عظمت کے آگے ایوان قیصر و کسریٰ سربسجود ہو گئے۔ آشوب چشم کی ستائی ہوئی آنکھیں عین الیقین کی تفسیر بن گئیں۔ کمزور اور پتلی ٹانگیں بنیان مرصوص ہو گئیں اور علیؑ کی بنیادی زندگی اس حدیث قدسی کی شرح ہو کر رہ گئی کہ **بی ینطق و بی یبطش و بی یسمع و بی یبصر** وہ میری زبان سے بولتا ہے اور مجھ سے قوت پاتا ہے، مجھ سے ہی سنتا اور مجھ سے ہی دیکھتا ہے۔

علیؑ مرتضیٰ نے اپنے کو ہمہ تن آنحضرتؐ کی مرضیات کا تابع کر دیا اور آپ کی نظر کیمیا اثر نے اس سونے کو کندن کر دیا۔ رسول کی محبت شیفتگی میں بدلی اور شیفتگی اس حد تک بڑھی کہ حضور کو بغیر اپنے چہیتے علیؑ کے دیکھے چین ہی نہ آتا، ایک بار آپ کو کسی جگہ بھیجا تو یہ دعا فرمائی: **اللھم لا تمتنی حتی تریني علیا** اے اللہ مجھے موت نہ دے جب تک کہ مجھے علیؑ کو دکھا نہ دے۔

آئینہ ساز کے رخسار کی تب و تاب سے یہ آئینہ دن بدن مجلی اور مصفّٰی ہوتا گیا اور علیؑ نے اپنے کو وجود محمدی میں اس طرح گم کر دیا کہ زبان رسالت کہہ اٹھی **علي مني و انا منه** علیؑ مجھ سے ہیں اور میں علیؑ سے من و تو کا فرق مٹ گیا اور دونوں نور اس طرح ایک دوسرے میں ضم ہو گئے کہ دو مل کر

ایک عنصر بن گیا:

اتحادیست میان من و تو من و تو نیست میان من و تو

میرے اور تیرے درمیان ایسی وحدت و یگانگی ہے جس میں میں اور تو تو کا کہیں گزر نہیں۔

یا علی گشتہ محمد یا محمد شد علی یا کہ ہر یک شان حق واللہ اعلم بالصواب

یا تو علیؑ محمد ہو گئے یا محمد علیؑ ہو گئے یا ان میں ہر ایک اللہ کی شان۔ حق بات تو اللہ ہی جانے۔

نبوت کے پانچ سال گذر چکے ہیں حضورؐ نے اب دعوت اسلام عام طور سے شروع کر دی ہے، کفار حضورؐ اور حضرت کے رفقا کے جانی دشمن بن چکے ہیں۔ حضرت ابو طالب جو حضورؐ کے شفیق اور مخلص چچا ہیں جو علیؑ جیسے قدسی صفت کے باپ ہیں، اپنوں کے طعنے سنتے ہیں، بیگانوں کی جھڑکیاں سہتے ہیں طرح طرح کی ایذا کا نشانہ بنتے ہیں مگر اپنے جگر کے ٹکڑے محمدؐ روحی وقلبی فداہ کی اعانت و نصرت اور حمایت میں سرگرم رہتے ہیں، وہ ابو طالب جن کے آغوش کفالت میں سردار دنیا و آخرت، تاجدار اقلیم نبوت، حضورؐ انور ارواحنا فداہ نے پرورش پائی جو حضورؐ انور کو جان و مال و اولاد سے بڑھ کر عزیز رکھتے ہیں جو سوتے جاگتے، سفر، حضر، سب میں اپنے نور عینین محمد کو اپنے سے الگ نہیں کرتے۔ اس عالم میں جب کہ سارا جہاں شمع رسالت کو گل کر دینے کے درپے ہے، آپ ہی واللہ متم نورہ و لوکرہ الکفرون اللہ اپنے نور کی تکمیل فرمانے والا ہے خواہ کافروں کو یہ بات بُری لگے۔ پر یقین فرماتے ہیں جو رفاقت محمدی کے جرم اور نبوت کی پاداش میں تین سال کے لئے شعب ابو طالب میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرتے ہیں مگر بقول معین الدین ندوی مرحوم اس نیک طینت بزرگ نے آخری لمحہ حیات تک اپنے عزیز بھتیجے کے سر سے دست شفقت نہ اٹھایا، علامہ شبلی فرماتے ہیں۔ ابو طالب نے آنحضرتؐ کے لئے جو جانثاریاں کیں اس سے کون انکار کر سکتا ہے وہ اپنے جگر گوشوں تک کو آپ پر نثار کرتے تھے آپ کی محبت میں تمام عرب کو اپنا دشمن بنا لیا آپ کی خاطر محصور ہوئے فاقے اٹھائے، شہر سے نکالے گئے تین برس تک آب و دانہ بند رہا کیا یہ محبت یہ جوش یہ جاں نثاریاں سب رائگاں جائیں گی؟

کفار قریش کی زیادتیاں جب حد سے بڑھ جاتی ہیں تو اللہ کے حبیب کو مدینہ منورہ کی ہجرت کا حکم ہوتا ہے۔ کفار قریش میں سے نو آدمی شمع رسالت کو گل کر دینے کے لئے مقرر کئے جاتے ہیں، جن کا ارادہ ہے کہ حضورؐ پر اس وقت حملہ کریں جب آپ محو خواب ہوں، جبرئیل امین آتے ہیں اور

حضورؐ سے عرض کرتے ہیں کہ آپ یہاں سے تشریف لے جائیں۔ تاجدار نبوت، تاجدار ولایت سے فرماتے ہیں کہ میری سبز چادر اوڑھ کر لیٹ جاؤ خدا تمہارا حافظ ہے۔ رسول کا شیدائی بستر پر سوجاتا ہے نہ نرغۂ اعدا کا خوف، نہ جان کی پروا بلکہ نہایت سکون اور اطمینان قلبی کے ساتھ بستر مرگ کو پھولوں کی سیج سمجھتے ہوئے، کائنات کے تمام چاہنے والوں اور عشق کے تمام متوالوں کو سرفروشی کی تعلیم دیتے ہوئے:

سر خود را بہ رہ دوست نثارے کردم　　شادم از زندگی خویش کہ کارے کردم

میں نے دوست و معشوق کی راہ میں اپنا سر قربان کر دیا میں اپنی زندگی سے بہت خوش ہوں کہ میں نے کتنا بڑا کام کیا۔

ہجرت کی شب ملا جو تجھے بستر رسولؐ　　کیا نفس مطمئن تھا کہ ہنس کر کیا قبول
ایمائے ایزدی کی ادا بھا گئی تجھے　　پرہول خوابگاہ میں نیند آ گئی تجھے

اس وقت مولائے کائنات کا سن پندرہ سولہ سال کا رہا ہوگا، عین عنفوان شباب میں جان نچھاور کرنے دینا، دل والوں ہی کا کام ہے۔ ملائکۂ عرش، علیؑ کی اس جانثاری پر مرحبا و آفریں کی صدائیں بلند کر رہے ہیں جو وعدہ آج سے سالہا سال پہلے قبیلہ بنو ہاشم کے اس مجمع میں آپ نے حضورؐ انور سے فرمایا تھا آج اس کی عملی تفسیر ساری دنیا نے دیکھ لی، کائنات کا ذرہ ذرہ علیؑ کی عظمت کی گواہی دے اٹھا، کائنات نے وفور مسرت میں اپنے حبیب سے فرمایا: و من الناس من یشتری نفسه ابتغاء مرضات الله والله رؤف بالعباد. اور لوگوں میں کون ہے وہ جو اپنی جان کو بیچ ڈالتا ہے اللہ کی مرضی کی تلاش میں اور اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ آنحضرتؐ کی روانگی کے تین دن بعد تک مولائے کائنات حسب حکم نبوی مکہ میں ٹھہرتے ہیں اور حضور انورؐ کی امانتیں لوگوں کے سپرد کرتے ہیں بعد ازاں کفار سے پوشیدہ مدینہ کا سفر پیادہ پا فرماتے ہیں۔ رات تاریک ہے، سفر پر خطر ہے لیکن شوق دل رہبر ہے، جذب محبت محبوب کی جانب کشاں ہے، قدم قدم پر کانٹے ہیں جن سے پائے مبارک چھلنی ہو گئے ہیں، چھالے پڑ گئے ہیں لیکن اللہ کا پیارا، اللہ کے حبیب کا دلارا علیؑ، نہ تو خار کی پروا کر رہا ہے، نہ دشت پر خطر کا سناٹا، عزم حیدری کو باز رکھ پا رہا ہے۔ علیؑ کے روئے انور کی مسکراہٹ، زبان حال سے کہہ رہی ہے:

تیز رکھنا سر ہر خار کو اے دشت جنوں　　شاید آ جائے کوئی آبلہ پا میرے بعد

راہ دشوار ہے تو کیا، شوق تو رہنمائی کر رہا ہے لقائے یار کی جلوہ سامانیوں میں غرق علیؑ کا ذہن تکرار کر رہا ہے:

مست و سرشار و غزل خوان می روم　　از سر جان سوئے جانان می روم

عشق دشوار ست و شوقم رہنما　　راہ پر خار ست و آسان می روم

(جگر مراد آبادی)

میں شراب عشق حقیقی کا متوالا ہوں لہٰذا میں گنگناتے ہوئے جا رہا ہوں، جان ہتھیلی پر لئے ہوئے میں محبوب کے دیار میں جا رہا ہوں، عشق میں کتنی ہی دشواریاں ہیں لیکن میرا ذوق وشوق ہی میرا رہبر ہے، راستہ اگر پر خطر ہے تو ہو، میرے لئے تو وہ راستہ نہایت آسان ہے جو محبوب کی سمت جاتا ہے۔

ربیع الاول کی سترہ تاریخ ہے۔ آنحضرتؐ موضع قبا میں جلوہ افروز ہیں۔ کلثوم بن ہدم کا گھر انوار نبوی سے جگمگا رہا ہے۔ جذب محبت میں سرشار، علیؑ مئے عرفان رسالت کا متوالا، علیؑ دربار رسالت میں ایسی شان اور ایسی آن و بان کے ساتھ آتا ہے کہ پیروں سے خون ٹپک رہا ہے، چھالے پڑے ہوئے ہیں لیکن سفر کی صعوبتیں شوق لقائے یار کی نذر ہو گئی ہیں۔ راہ کا اضمحلال، جمال یار کی نیرنگیوں میں گم ہو جاتا ہے، زبان دل بار بار تکرار کر رہی ہے:

اے دل تمام نفع ہے سودائے عشق میں　　اک جان کا زیاں ہے سو ایسا زیاں نہیں

مصحف روئے انور پر نظر پڑتی ہے تو خار مغیلاں کی لذت کسک اور بڑھ جاتی ہے رسالت ولایت کی نگاہیں چار ہوتی ہیں طالب و مطلوب کا سامنا ہوتا ہے، سرور کائناتؐ علیؑ کو، اپنے چہیتے کو، اپنے دلارے علیؑ کو آغوش رسالت میں بھینچ لیتے ہیں۔ طالب و مطلوب کا فرق مٹ جاتا ہے محب اور محبوب:

من تو شدم تو من شدی　　من تن شدم تو جان شدی

کی تفسیر بن جاتے ہیں جبرئیل و میکائیل علیؑ و محمدؐ کی اخوت پر رشک کر رہے ہیں ملائکہ سبع سماوات علیؑ کے نفس رسول ہونے کی گواہی دے رہے ہیں۔ ع:

اہل زمیں کا مرتبہ اہل فلک سے بڑھ گیا

(حق کانپوری)

حضورؐ انور اپنے علیؑ کو دیکھ کر دفور مسرت سے کھل اٹھتے ہیں، بارگاہ الٰہی میں شکرانہ ادا کرتے ہیں اور بہ کمال شفقت ان کے زخموں پر ہاتھ پھیرتے ہیں اور آنحضرتؐ کے دست مبارک کی برکت سے زخم اچھے ہو جاتے ہیں اور علیؑ جھوم جھوم کر کہ اٹھتے ہیں:

حبیب لیس یعدل له حبیب ما لسواہ فی قلبی نصیب

میرے حبیب کی برابری کوئی حبیب نہیں کر سکتا، نہ میرے دل میں اس کے سوا اور کوئی ہے۔

نبی کریمؐ کی ہجرت کے پہلے سال مواخات قائم ہوتی ہے، مہاجرین و انصار اور دیگر صحابہ کے درمیان بھائی چارگی کا رشتہ زبان رسالت قائم فرماتی ہے لیکن جب علیؑ کی باری آتی ہے تو علیؑ کی اخوت کسی غیر کے ساتھ گوارا نہیں بلکہ ارشاد ہوتا ہے: **انت اخی فی الدنیا والآخرۃ** تم دنیا و آخرت میں میرے بھائی ہو۔

ہجرت نبوی کے دوسرے سال غزوۂ بدر ہوتا ہے جس میں حضورؐ کے جانثاروں کی کل تعداد تین سو تیرہ ہوتی ہے۔ اسلام کی اس پہلی جنگ میں سیاہ رنگ کا علم علیؑ کے ہاتھ میں ہوتا ہے جو ازل سے رفاقت و خدمت کے لئے پیدا ہوئے ہیں جو پروانہ وار ہر وقت شمع رسالت پر نثار ہو جانے کو معراج حیات سمجھتے ہیں۔ اس جنگ میں بڑے بڑے سورما اور جنگ آزما شریک ہوتے ہیں، عتبہ اور ولید جن کی مثال تمام عالم عرب میں نہ تھی بڑی ہی کبر و نخوت کے ساتھ شمع رسالت کو گل کرنے کا عزم کئے ہوئے سامنے آتے ہیں۔ ایک طرف انتہائی مشاق خونخوار اور فنون جنگ کے ماہرین ہیں دوسری طرف اکیس سال کا کمسن علیؑ تلوار لئے ہوئے نرغۂ اعداء میں کفر و الحاد کے تار و پود بکھیر رہا ہے اور دشمن پر قہر الٰہی بن کر ٹوٹ رہا ہے۔ حضورؐ انور اپنے چہیتے علیؑ کو دشمن کی صفیں الٹتے ہوئے دیکھتے ہیں، جب علیؑ کی موہنی صورت رسول اکرمؐ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو یا حی یا قیوم کا ورد فرماتے ہیں غزوۂ بدر کی جتنی جامع اور بصیرت افروز تصویر حسن بصریؒ نے پیش کی ہے اس کا جواب نہیں، فرماتے ہیں: **طوبی بجیش امیرھم رسول اللہ و مبارزھم اسد اللہ و جھادھم طاعۃ اللہ و مددھم ملائکۃ اللہ و ثوابھم رضوان اللہ** مبارک ہے وہ لشکر جس کے امیر اللہ کے رسول، جس کے مقاتل اللہ کے شیر، جن کا جہاد اللہ کی طاعت، جن کی مدد اللہ کے فرشتے اور جن کا ثواب اللہ کی رضا ہے۔

غزوۂ بدر میں علیؑ کے دست و بازو نے جو اشاعت اسلام کا Symbol بن چکے تھے کفر و الحاد کے

مستحکم قلعوں کو ریزہ ریزہ کر دیا، سارے عالم پر علیؑ کی شجاعت کا سکہ بیٹھ گیا اور عرب کے بڑے بڑے سورما پکار اٹھے فاطمہ بنت اسد کے بیٹے نے تم لوگوں کو حد درجہ ذلت دی ہے حالانکہ وہ ابھی نوخیز ہے اس نے تمہاری قوم کو فنا کر دیا اس کی تلوار کی دھار نے کسی کو معاف نہیں کیا۔

علیؑ نے اپنی ذات کو نبیؐ میں فنا کر دیا جس کی گواہی زبان رسالت نے دے دی۔ اب خالق کائنات کا منشا و معاد ہے کہ اس نور مقدس کی کرنیں رہتی دنیا تک اندھے قلوب کو جلا دیتی رہیں اور اندھی آنکھوں کو بینا کریں، گل رسالت کی مہک سے تا ابدالآباد طبقات ارضی و سماوی اپنے مشام جاں کو معطر رکھیں اور اس کے لئے ضرورت ہے کہ سلسلۃ الذھب تا ابدالآباد قائم و دائم رہے، علیؑ پرتو انوار ایزدی ہیں، جلوہ نمائے نور محمدیؐ ہیں اس نور مقدس سے ایسی کرنیں پھوٹ نکلیں جن کے سامنے ہزاروں آفتاب و ماہتاب شرمندہ ہوں، خوشبوئے مصطفیٰ سے فضا کا ایک ایک ذرہ مہک اٹھے اور مشاقان جمال محمدی کہہ اٹھیں:

بادِ نسیم آج بہت مشکبار ہے شاید ہوا کے رخ پہ کھلی زلف یار ہے

حضورؐ انور علیّ منّی و انا منہ علیؑ مجھ سے ہے اور میں علیؑ سے۔ فرما کر وجود امامت کو وجود رسالت میں ضم فرما چکے، یہ سلسلۂ نور و ہدایت جو ابراہیمؑ کے گھرانے سے چل رہا ہے اب اس میں توریث کی ضرورت ہے، علوم نبوت و اسرار و حکم رسالت کے مقدس سلسلہ کو رہتی دنیا تک قائم رہنا ہے علیؑ کی سانسیں محمد کی سانسوں میں مل چکی ہیں، انعام محمدی علیؑ کے لئے مقدر ہو چکا، حضورؐ انور اب اپنے چہیتے علیؑ کو وہ نعمت عظمیٰ عطا فرماتے ہیں جو دنیا و عقبیٰ کی تمام دولتوں سے بڑھ کر ہے تاجدار امامت علیؑ کے تاج کو لعل بدخشاں سے مزین فرماتے ہیں جس کے لئے زبان رسالت مآب ارشاد فرماتی ہے فاطمة بضعة منی فاطمہ میرا ٹکڑا ہے، تاجدار اقلیم قناعت علیؑ کے دامن کو ان انمول موتیوں سے بھر دیتے ہیں جو مجموعہ ہے ف۔ ا۔ ط۔ م۔ ہ کا (فاطمہ)

رسول اکرمؐ کی اس لاڈلی کے کئی پیغام آچکے ہیں لیکن فاطمہ کا کفو شان رسالت کو علیؑ کے سوا اور کوئی نہ بھایا کسی نے کیا خوب کہا ہے:

کہ علیؑ گر نمی شدی مخلوق خود نمی داشت فاطمہ ہمسر

اللہ تعالیٰ اگر علیؑ کو خلق نہ فرماتا تو حضرت فاطمہ صلوات اللہ علیہا کا کفو کہاں سے آتا۔

رسالت، عصمت و امامت کو یکجا فرماتی ہے اور علیؑ کی شادی خاتون جنت فاطمہ زہرا صلوات اللہ

علیہا کے ساتھ حضور انورؐ نکاح پڑھاتے ہیں۔ بعدہ زبان رسالت اللهم الّف بينهما كما الّفت بين محمد و خديجة اے اللہ ان دونوں کے مابین الفت قائم رکھ جس طرح تو نے محمدؐ اور خدیجہؓ کے درمیان الفت ومحبت قائم رکھی، کی دعا فرماتے ہیں بعد نکاح حصول برکت کے لئے اس پاک مقدس جوڑے پر پانی چھڑکتے ہیں اور دعا فرماتے ہیں اللهم انّي اعيذها بك و ذريتها من الشيطن الرجيم اے اللہ میں تجھ سے پناہ مانگتا ہوں اس کی اور اس کی ذریت کے لئے شیطان رجیم کے شر سے۔ نکاح کے بعد تاجدار رسالتؐ اپنے جگر گوشہ کو ان الفاظ میں تہنیت پیش فرماتے ہیں: انی زوّجت أوّل المسلمين اسلاماً و اعلمهم علماً و اعظمهم حلماً بیشک میں نے تمہاری شادی اس شخص کے ساتھ کر دی جو اسلام لانے میں سب سے مقدم ہے اور سب سے زائد علم رکھنے والا اور سب سے عظیم حلم والا۔

محمد گل ست و علیؑ بوئے گل ۔۔۔ بود فاطمہؑ اندراں برگ گل
چو عطرش بر آمد حسین و حسن ۔۔۔ معطر شد از وے زمین و زمن

محمد ایک حسین پھول ہیں اور علیؑ اس پھول کی خوشبو، فاطمہ اس پھول کی پنکھڑی ہیں جب اس پھول کا عطر حسنؑ اور حسینؑ کی شکل میں نکلا تو تمام زمین اور زمان اس سے معطر ہو گئے۔

اللهم صلّ على سيّدنا و مولانا محمّد و على سيّدنا و مولانا و بارك وسلّم۔

مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد صحابہ کرام نے اپنے گھر مسجد سے ملحق بنائے تھے رسول اکرمؐ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوتا ہے کہ حرمت مسجد نبوی کی وجہ سب لوگوں کو دروازے بند کر دینے کا حکم دیدیجئے علاوہ علیؑ کے، علیؑ جو نفس رسول ہیں جو محافظ عصمت و نبوت ہیں وہ حالت جنب میں بھی مسجد میں آ سکتے ہیں۔ ام سلمہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرتؐ فرماتے تھے میری یہ مسجد ہر حائض مرد و عورت پر حرام ہے علاوہ میرے علیؑ اور حسین و حسن کے۔

یہ اختصاص پنجتن پاک ہی کے لئے کیوں؟ اس کے لئے ارشاد نبوی ہے کہ انهم خلقوا من طينتي یہ لوگ میری سرشت سے پیدا کئے گئے ہیں:

یا رسول عربی قبلہ حاجات روا ۔۔۔ مستغیث آمدہ ام چارۂ کارم فرما
بہر زہراؑ و علیؑ و حسنؑ و بہر حسینؑ ۔۔۔ نظر لطف بحالم بکن اے عقدہ کشا

اے رسول عربی ہمارا قبلہ و کعبہ اور ہماری ضرورتیں پوری کرنے والے ہم آپ کے حضور فریاد لے

کر آئے ہیں، ہمارا علاج فرمایئے، آپ کو فاطمہ زہرا اور علیؑ اور حسنؑ وحسینؑ کا واسطہ اے عقدہ کشا ہم پر نظر عنایت فرمایئے۔

ہجرت نبوی کا تیسرا سال ہے کفر جو اسلام کے ہاتھوں بدر میں شرمناک شکست کھا چکا ہے ایک بار پھر اپنی تمام تر طاغوتی قوتوں کے ساتھ حق سے ٹکراتا ہے نور وظلمت کی اس جنگ کو جنگ احد کے نام سے یاد کیا جاتا ہے باوجود تعداد کی قلت کے مسلمان کفار کو بھگا دیتے ہیں۔ اچانک عقب سے تیروں کا شدید حملہ ہوتا ہے، حضورؐ انور روحی و قلبی فداہ کا دندان مبارک شہید ہو جاتا ہے، مسلمانوں کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں۔ لشکر کے علم بردار مصعب بن عمیر شہید ہو جاتے ہیں۔ اب علم علیؑ کو عطا ہوتا ہے اور اسد اللہ الغالب سیدنا علی بن ابی طالب شیر یزداں کی شکل میں کفر کی قوتوں پر بھرپور وار کرتے ہیں، داہنے ہاتھ میں زخم آ جاتا ہے تو بائیں ہاتھ میں علم لے لیتے ہیں اور حضورؐ انور سے ''یہ دنیا وآخرت میں علم بردار ہے'' کی سند لے لیتے ہیں، کفار کے قدم اکھڑنے لگتے ہیں۔ اسی اثنا میں سرور کائنات کا روئے انور علیؑ کی نگاہوں سے اوجھل ہو جاتا ہے، تلاش روئے انور میں ہر طرف سرگرداں و پریشاں ہیں، جب اپنے حبیب کو کہیں نہیں پاتے تو لڑتے لڑتے کفار کے نرغہ میں سما جاتے ہیں:

ارے جانے والے انہیں بھی لئے جا　　　نہیں تو تو کس کام کی ہیں یہ آنکھیں
(خمار بارہ بنکوی)

کفار کا مجمع حملۂ حیدری کی تاب نہ لا کر کائی کی طرح پھٹ جاتا ہے اور کفر کے مہیب بادلوں سے نور وہدایت کا آفتاب طلوع ہوتا ہے:

بکھرائے مصحف رخ رنگیں پہ کاکلیں　　　کافر گھٹا کی چھاؤں میں قرآں لئے ہوئے
(جوشؔ)

حضورؐ انور کے روئے مبارک پر نظر پڑتے ہی علیؑ کا غنچہ آرزو کھل اٹھتا ہے اور جبین امامت خالق کائنات کے حضور سجدہ ریز ہو جاتی ہے فرشتے عرش الٰہی سے صدائے لافتیٰ بلند کرتے ہیں:

بہ جنگ احد چوں نبی ماند تنہا　　　خدایش فرستاد ناد علی را
(مولانا جامی)

جنگ احد میں جب نبی کریم تنہا رہ گئے تو اللہ تعالیٰ نے نادعلی نازل فرمائی۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی مدارج النبوت میں بعد واقعہ لافتی الا علی، لاسیف الا ذوالفقار لکھتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ واقعۂ نادعلی اسی معاملہ اور اسی معرکہ میں واقع ہوا۔ علما و مشائخ اس عمل کو اپنا معمول بنائے رہے اور اعمال میں اس کے بڑے منافع ہیں۔ شیخ محمد غوث گوالیاری کے وقت سے آئی اور اس کے لئے اخذ اجازت کا دستور ہوا چنانچہ حضرت ولی اللہ محدث دہلوی نے اپنے شیخ الحدیث مولانا ابو طاہر مدنی سے اس کی اجازت لی، نادعلی یہ ہے:

ناد علیاً مظہر العجائب تجدہ عنا لک فی النوائب کل ہمّ و غم

سینجلی بنبوّتک یا محمد و بولایتک یا علیّ یا علیّ یا علیّ

پکارو علیؑ کو مظہر العجائب ہیں تم ہر قسم کی مصیبتوں میں ان کو اپنا مددگار پاؤ گے ہر قسم کے رنج و غم فوری طور پر دور ہو جائیں گے آپؐ کی نبوت کے طفیل اے محمدؐ اور آپ کی ولایت کے سبب اے علیؑ اے علیؑ اے علیؑ۔

غزوۂ خندق میں جب علیؑ کی موہنی صورت نبی کی آنکھوں سے اوجھل ہو جاتی ہے تو بارگاہ ایزدی میں سربسجود ہوتے ہیں: رب لا تذرنی فردا و انت خیر الوارثین اے میرے رب تو مجھے اکیلا نہ چھوڑ اور تو وارثوں میں سے بہتر وارث ہے۔ اسی جنگ میں علیؑ سر پر زخم لئے ہوئے اس شان سے حضورؐ انور کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں کہ پورا بدن خون سے تر ہے چہرہ کی دلفریب مسکراہٹ جانثاری کی داستان سنا رہی کہ ایثار و جانثاری پر قتل علی لعمر بن عبدود افضل من عباد الثقلین علی کا عمر بن عبدود کو قتل کرنا ثقلین کی عبادت سے افضل ہے، کی سند بارگاہ رسالت سے عطا ہوتی ہے، بعد ازاں غزوہ بنی قریظہ اور غزوہ فدک میں بھی علیؑ کے دست و بازو شجاعت کے وہ جوہر دکھاتے ہیں کہ کائنات کا ایک ایک ذرہ شیر خدا کی آواز میں پکار اٹھتا ہے ھل من مبارز ہے کوئی مقابلہ کرنے والا۔

اب قلعۂ خیبر، خیبر شکن کے ہاتھوں پاش پاش ہوتا ہے اور کفر کا یہ مضبوط قلعہ اسلام کی عظمتوں کے آگے سرنگوں ہوتا ہے خیبر کے رہنے والے اپنے مضبوط اور ناقابل تسخیر قلعوں کے گھمنڈ میں اسلام کو چیلنج دے رہے ہیں کہ اگر ہمت ہے تو آؤ اور ہمیں فتح کرنا تو دور کی بات ہم تک پہنچ کر ہی دکھاؤ۔ تاریخ اسلام کا یہ عظیم سپاہی جس کی ذات میں ہزاروں لشکر ایزدی پنہاں ہیں کفر کے اس متکبرانہ چیلنج کا جواب بدرککم الموت و لو کنتم فی بروج مشیدۃ موت تم تک پہنچ ہی جائے گی خواہ تم کتنے

ہی مضبوط قلعوں کے اندر کیوں نہ ہو، سے دیتا ہے۔ اکابرین صحابہ جاتے ہیں اور خیبر کے ناقابل تسخیر قلعہ کے آگے ناکام و نامراد لوٹتے ہیں۔ اب باری آتی ہے اس شیر کی شجاعت کی جس کی مردانگی کے آگے نہ صرف عجم بلکہ چہار دانگ عالم لرزہ براندام ہے۔ اللہ کا پیارا علیؑ، رسول کا چہیتا علیؑ، آیۂ تطہیر کا مورد حقیقی علیؑ السابقون الاولون کا تاجدار علیؑ، شہسوار لافتی، تاجدار ھل اتی، شیر خدا، مشکل کشا جس کے لئے زبان رسالت وفور شوق و طرب سے جھوم کر فرما رہی ہے کل میں ایسے شخص کو علم دوں گا جو خدا اور رسول کا محبّ بھی ہے اور محبوب بھی خدا اسی کے ہاتھوں قلعہ خیبر کو فتح کرائے گا۔ ساری رات اسی فکر میں بسر ہوتی ہے کہ اس شرف عظیم کا تاج کس کے سر پر رکھا جاتا ہے یہ خلعت فاخرہ کسے عطا ہوتی ہے ہر دل بے چین ہے اور ہر نفس مشتاق اس لیے کہ جو ہمیشہ ہر نازک وقت پر، خطرناک موقع پر، اسلام کے دفاع کے لئے چٹان بن جاتے تھے وہ شدید علیل ہیں۔ آشوب چشم کا شکار ہیں اس کشمکش و پیچ میں رات کی مہیب تاریکیوں سے نور سحر نمودار ہوتی ہے اور حبیب خداؐ اپنے حبیب کو طلب فرماتے ہیں آشوب چشم، لعاب دہن اقدس کے طفیل یوں زائل ہوتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے نور معرفت کی آماجگاہ بن کر رہ جاتا ہے دست مصطفوی سے علم بلند ہوتا ہے اور بازوئے حیدری اس علم کی محافظت کے سلسلے میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے امین و محافظ بن جاتے ہیں۔ قلعہ کا آہنی دروازہ قوت ایزدی سے اکھاڑ لیتے ہیں اور اس دروازہ کو خندق پر پل کی طرح رکھ دیتے ہیں جس سے مسلمانوں کی رسائی قلعہ تک ہو جاتی ہے، فتح خیبر کے بعد فتح و ظفر کا تاج پہنے جب رسول کا چہیتا رسول کی بارگاہ میں آتا ہے تو علیؑ کے لئے آغوش نبوت وا ہوتی ہے اور زبان نبوت فرماتی ہے تمہاری ہمت کا کیا کہنا! خدا کے یہاں تمہاری سعی مشکور ہوئی اللہ تم سے خوش اور اس کا رسول تم سے راضی اور تمام ملائکہ مقربین تم کو آفریں کہہ رہے ہیں محافظ رسالت، امین نبوت علیؑ یہ سن کر فرط مسرت سے رو دیتے ہیں:

آخر ہر گریۂ آخر خندہ ایست　　　　مرد آخر بیں مبارک بندہ ایست

(مولانا روم)

ہمارا ہر گریہ خندۂ مسلسل ہے انجام پر نظر رکھنے والا جوانمرد کتنا مبارک بندہ ہے۔

۸ھ میں مکہ فتح ہوتا ہے مولود کعبہ کی تطہیر کے لئے۔

کعبہ کی عظمت کو بتوں کی آلودگی سے پاک کرتا ہے اور تین سو ساٹھ بت دست حیدری سے چور

چور ہو جاتے ہیں آنحضرتؐ کی زبان مبارک بار بار آیۂ کریمہ کی تلاوت میں مصروف ہے جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا حق آگیا اور باطل غائب ہو گیا یقیناً باطل غائب ہونے والا ہے۔ سب سے بڑا بت باقی رہ جاتا ہے جس کے لئے علیؑ کو راکب دوش نبی ہونے کا اعزاز عطا ہوتا ہے۔ آنحضرتؐ اپنے شانۂ اقدس پر علیؑ کو بلند فرماتے ہیں اور دوش نبوت پر امامت کا عروج اہل فلک دیکھ لیتے ہیں هو العلي الاعلى کی صدائیں ہر طرف سے بلند ہیں۔ خود مولائے کائنات فرماتے ہیں جب مجھے دوش رسالت پر صعود کا شرف حاصل ہوا تو محسوس ہوتا تھا کہ میں فلک کی بلندیوں کو چھو رہا ہوں۔

مولا علیؑ ہیں دوش رسولؐ انام ہے　　　　کیا اس سے بھی بلند کوئی اور مقام ہے

حضرت امام شافعی محبت علیؑ میں بیخود ہو کر کیا خوب فرماتے ہیں:

لو ان المرتضیٰ بدا محله　　　　لكان الناس طرا سجدا له

كفا فی فضلٌ علی　　　　وقوع الشک فيه انه الله

و مات الشافعي وليس يدری　　　　عليٌ ربه ام ربه الله

اگر علیؑ مرتضیٰ لوگوں کے سامنے اپنا منصب بیان فرمادیں تو لوگ حقیقتاً آپ کو سجدہ کرنے لگیں۔ ہمارے مولیٰ علیؑ کی فضیلت کے لئے بس اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے کہ وہ اللہ ہیں، شافعی مرتے دم تک یہ نہ سمجھ سکا کہ اس کا رب کون ہے، اس کا رب علیؑ ہے یا اللہ اس کا رب ہے۔ سچ ہے:

خاصان خدا خدا نہ باشند　　　　لیکن ز خدا جدا نہ باشند

اللہ تعالیٰ کے مخصوص بندے خدا تو نہیں ہیں لیکن وہ خدا سے جدا بھی نہیں۔

کیا اس سے کوئی یہ گمان بھی کر سکتا ہے کہ امام شافعی معاذ اللہ نصیری تھے؟ جی نہیں ہرگز نہیں دیکھئے خداوند تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: و نفخت فيه من روحي فوقعوا له ساجدين اور میں نے اس خاک کے پتلے میں اپنی روح پھونک دی لہٰذا وہ اس کے سامنے سجدہ میں گر پڑے۔ اور حدیث صحیح میں ہے کہ بندہ جب میرے قریب ہو جاتا ہے تو میں ہی اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے میں ہی اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی قوت دراصل میری قوت ہوتی ہے یعنی اسے اتنی فنائیت حاصل ہو جاتی ہے کہ اس کا سونا جاگنا اٹھنا بیٹھنا سب اسی شاہد طناز کی طرف سے ہو کر رہ جاتا ہے جو سراپا نور ہے یعنی وہ مشت خاک ذات احدیت میں اس طرح فنا ہو

جاتی ہے کہ نوری نور رہ جاتا ہے اور کثافت کا نام ونشاں تک نہیں رہ جاتا۔ یہ فنائیت تامہ ہی ہے جو کبھی حضرت منصور کی زبان سے اناالحق کا نعرہ بلند کراتی ہے۔ کبھی حضرت شبلی سے سبحانی یا اعظم شانی کی صدائے وحدانیت بلند کراتی ہے کبھی حضرت سرمد سے لا الہ کی تکرار کراتی ہے کبھی عارف رومی سے نغمۂ توحید گواتی ہے:

از پردہ برون آن بت عیار بر آمد — دل برد و نہان شد
خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ — خود رند سبو کش
خود بر سر آن کوزہ خریدار بر آمد — بشکست و روان شد
گہ نوح شد و کرد جہان را بدعا غرق — خود رفت بہ کشتی
یوسف شد و از مصر فرستادہ قمیصی — روشن کن عالم
در دیدۂ یعقوب چو انوار ہمی رفت — تا دید عیان شد
بالجملہ ہمو بود کہ می آمد و می رفت — ہر قرن کہ دیدی
تا عاقبت آن شکل عرب وار بر آمد — دارای جہان شد
شق کردہ قمر را بسر انگشت شہادت — در صورت محبوب
شمشیر بہ کف حیدر کرار بر آمد — قتال جہان شد
حقا کہ ہمو بود کہ می گفت اناالحق — در صورت منصور
منصور نہ بود آنکہ سردار بر آمد — نادان بگمان شد
رومی سخن کفر نہ گفتہ ست و نگوید — منکر نہ شویدش

وہ بت عیار پردہ سے باہر آیا دل لے گیا اور غائب ہوگیا۔ وہ خود کوزہ ہے خود ہی کوزہ گر اور خود کوزہ کی مٹی اور خود ہی رند سرمست وہ خود ہی اس کوزہ کا خریدار بن کر آیا پھر اسے توڑ ڈالا اور چل دیا۔ کبھی وہ نوح ہوا جس کی دعا نے تمام عالم کو غرق کر دیا اور خود کشتی میں سوار ہوا، کبھی وہ خلیل بن کر آگ کے بطن سے نمودار ہوا اور آگ کو گلزار بنا دیا، کبھی وہ یوسف بن گیا اور مصر سے قمیص بھیجی جس نے عالم کو روشن کر دیا، یعقوب کی آنکھوں میں انوار بن کر سماتا یہاں تک کہ وہ بینا ہوگئیں۔ قصہ مختصر یہ ہے کہ وہی ایک فرد ہر صدی میں آتا اور جاتا رہا، آخر وہ عرب کا ماہ کامل بن کر چمکا اور سارے عالم کا آقا کہلایا، چاند کو کلمہ کی انگلی کے اشارے سے شق کر دیا، محبوب خدا کی صورت میں، کبھی وہ

تلوار بن کر حیدر کرار کی شکل مبارک میں آیا اور قتال جہاں کہلایا۔ حق تو یہ ہے کہ اسی نے منصور کی صورت میں اناالحق کا نعرہ بلند کیا وہ منصور تو نہ تھا جو سولی پر چڑھ گیا ایسی نادانی بھلا وہ کیسے کرتا، رومی نے نہ تو کبھی کفر کا کلمہ ادا کیا اور نہ کبھی ایسا کرے گا خبردار اسے منکر نہ سمجھنا، کافر تو وہ ہے جس نے انکار کیا اور مردود جہاں بن گیا۔

حضرت خواجہ باقی باللہ جب اس مقام پر پہنچتے ہیں تو فرماتے ہیں:

ما نور ایزدیم و به هر ذرّه عیانیم　　　ماحق مطلقیم و خداوند جهانیم

حقّم همه ست حقیقت به که گویم　　　حقا که منم نور درین کون، مکانیم

ہم نور الٰہی ہیں اور ہر ہر ذرہ سے ہم عیاں ہیں، ہم حق مطلق ہیں اور خداوند جہاں ہیں، میں حق ہوں، سب کچھ حق ہے، میں اس کی حقیقت کس سے بیان کروں، خدا کی قسم اس کون و مکاں کا نور تو میں خود ہوں۔

وہ ذات کبھی حضرت جنید سے ليس في جبتي سوى الله میرے اس جبہ میں سوائے اللہ کے اور کوئی نہیں، کہلواتی ہے اور کبھی سرتاج اولیاء و عارفین امیر المومنین سیدنا علی بن ابی طالب کے اس قول مستانہ سے انا اله الملك انا الاول انا الآخر انا الظاهر انا الباطن انا خلاق المخلوقين انا رازق المرزوقين انا شمس الافلاک انا خليل الجبرئيل انا صفي الميكائيل انا دهر الدهور انا سبب السبوب انا وجه الذي وجهتم اليه انا جنب الذي فرطتم فيه انا من الله بمكان اذا كنت به فانا هو یعنی میں ملک کا الٰہ ہوں میں ہی اول ہوں میں ہی آخر ہوں میں ہی ظاہر ہوں میں ہی باطن ہوں میں ہی مخلوقین کا خالق ہوں میں ہی مرزوقین کا رازق ہوں میں ہی شمس الافلاک ہوں اور میں ہی قائد الافلاک میں ہی جبرئیل کا خلیل ہوں اور میں میکائیل کا صفی ہوں میں ہی زمانوں کا زمانہ ہوں اور میں ہی اسباب کا سبب ہوں میں ہی وہ وجہ ہوں جس کی طرف متوجہ ہوں اور میں ہی وہ پہلو ہوں جس میں تم سمائے ہو میں اللہ کی جانب سے اس مقام پر ہوں کہ سب کچھ اسی کی ذات ہے۔

کبھی کسی عارف کامل (حضرت معروف کرخیؒ) سے وہ ذات مطلقہ کہلاتی ہے:

رأيت ربي بعين ربي　　　فقال من هنت قلت انت

میں نے اپنے رب کو رب کی آنکھوں سے دیکھا، اس نے پوچھا کہ تو کون ہے میں نے کہا تو ہی تو ہے۔ اور کبھی کسی صاحب دل سے کہلواتی ہے:

فنا فی اللہ جب ہم ہو چکے تو بس ہم ہی ہیں ۔۔۔ کبھی بندہ بنے اپنے کبھی اپنے خدا ٹھہرے

(امیر مینائی)

جب خاصان خدا، اولیاء امت کا یہ حال ہے کہ انہیں اس قدر فنائیت تامہ حاصل ہے اور وہ ذات باری تعالیٰ میں اس طرح جذب ہیں کہ انہیں اپنے پیرہن سے بوئے دوست آتی ہے اور ان کی حیات اس آیہ کریمہ کی تفسیر ہو کر رہ گئی ہے و نفخت فيه من روحي فوقعوا له ساجدين تو اس ذات مقدس کا کیا پوچھنا جس کی قدوسیت کی گواہی قرآن پاک نے دی، نبی برحق نے دی، ملائکہ مقربین نے دی، انبیاء مرسلین نے دی چونکہ حضرت مولائے کائنات علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم تمام خاصان خدا کے رہبر و پیشوا ہیں اور بغیر آپ کی محبت اور تولا کے کوئی بھی راہ سلوک طے نہیں کر سکتا تھا، تمام سلاسل روحانی آپ ہی کے چشمۂ فیض سے جاری اور ساری ہیں تمام اولیاء، صلحاء، اتقیاء آپ کی روش پر زندہ ہیں، جملہ صوفیان باصفا در مرتضوی کی چوکھٹ پر جبین نیاز خم کئے ہوئے ہیں لہذا آپ کی ذات مبارکہ "من ہمہ یار است از سر تا قدم" کی تفسیر ہے۔

اپنے دست مبارک سے بنائے سجائے اور سنوارے علیؑ کو جب حضور سرور کائناتؐ نے دیکھا تو فخر و مسرت سے فرما دیا: علي ممسوس في ذات الله تعالى یعنی علی، اللہ تعالیٰ کی ذات میں فنا ہے۔ یہ قول اس امین و صادق کا ہے جسے کفار بھی صادق گرداتے تھے، اس امین کا جس کی امانت و دیانت کے دشمن بھی معترف تھے، ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت مولائے کائنات صفات الوہیت کے مظہر تھے اور اس آئینہ میں آئینہ ساز کے رخسار کی دمک تھی۔ حضور سرور کائناتؐ اپنے علیؑ کو اپنے چہیتے علیؑ کو نہ صرف یہ کہ صافت الوہیت کا مظہر قرار دے رہے ہیں بلکہ ذات احدیت میں ان کے جذب کامل کی گواہی دے رہے ہیں تب ہی تو زبان معجز بیان رسالت فرماتی ہے: اللهم ادر الحق حيث علی اے اللہ حق کو اسی طرف گھما دے جس طرف علیؑ گھومیں یعنی علیؑ کے حق کی طرف گھومنے کی دعا نہیں بلکہ حق اس طرف گھوم جائے جدھر علیؑ کا روئے انور ہو۔ امام شافعی فرماتے ہیں کہ مرتے دم تک شافعی یہ نہ سمجھ سکا کہ اس کا رب کون ہے؟ علیؑ یا اللہ، اس میں رب کا لفظ بہت خوب ہے رب بہ معنی پرورش کرنے والا اور راہ سلوک پر چلنے والا، کون ایسا ہے جس کی پرورش علیؑ کے مبارک ہاتھوں

سے نہ ہوئی ہو جس کی تربیت روحانی مولی نے اپنے کرم خاص سے نہ فرمائی ہو جس کی خالی جھولی کو علیؑ نے لعل و جواہر سے نہ بھرا ہو۔ اب اگر کوئی صاحب حال صوفی باصفا مولائے کائنات کے حضور میں انت ربی انت حسبی کا نعرہ بلند کرتا ہے تو خدارا بتائیے کہ یہ شرک ہے یا عین توحید:

اس راہ میں جو یاد کرے دوست کو غافل　　اس سے یہ نکلتا ہے ابھی دور ہے منزل
معشوق سے ہر وقت جنہیں قرب ہے حاصل　　کس کو وہ کریں یاد بتادے کوئی عاقل
دل آہ کبھی وصل میں بھرتا ہو تو کہہ دو
اپنے کو کوئی یاد نہ کرتا ہو تو کہہ دو

جس کا یہ عقیدہ ہے کہ میں عبد و معبود　　اس بزم کا قانون یہ کہتا ہے وہ مردود
سب ایک حقیقت میں ہے ساجد ہو کہ مسجود　　ہے کفر یہ کہنا یہ ایاز اور وہ محمود
ہاں لفظ انا الحق میں انا باعث شر ہے
اس سے یہ ٹپکتا ہے خودی پیش نظر ہے
(جوش ملیح آبادی)

حضرت غوث ملت شاہ تراب علی قلندر فرماتے ہیں

از ید الله فوق ایدیهم　　شد یقینم کہ مرشد اللہ ست

ید الله فوق ایدیهم کی آیہ کریمہ سے مجھے یقین ہو گیا کہ مرشد اللہ ہے، آیۂ کریمہ کا ترجمہ ملاحظہ ہو: اے محمد جو لوگ آپ سے بیعت کرتے ہیں۔ یقیناً وہ اللہ تعالیٰ سے بیعت کرتے ہیں، اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھ پر ہے۔

بیعت طریقت میں جب ہم مرشد کامل کا ہاتھ پکڑتے ہیں تو وہ ہم سے اقرار کراتا ہے یہ ہاتھ ہمارا امیر المومنین علی مرتضیٰ کا اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ سچ ہے پھر ارشاد ہوتا ہے یہ ہاتھ ہمارا رسالت پناہ محمد مصطفیٰ کا، ہم تصدیق کرتے ہیں۔ پھر ارشاد ہوتا ہے یہ ہاتھ ہمارا اللہ کا اور ہم اقرار کرتے ہیں کہ سچ ہے، ہمارا یہ اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب، دراصل اقرار اور اطاعت ہے۔ امر خداوندی انی جاعل فی الارض خلیفة بے شک میں زمین میں اپنا خلیفہ بنانے والا ہوں، کا کلمہ لا اله الا الله کا اقرار زبانی بلکہ تصدیق بالقلب بھی ناقص ہے جب تک کہ محمد رسول اللهکو شامل ایمان نہ کیا جائے اور محمد رسول الله کا شمول ممکن ہی نہیں جب تک کہ تولائے علیؑ نہ ہو۔

فرمایا حضور سرور کائنات علیہ افضل الصلوات نے: میں اور علیؑ ایک نور تھے وہ نور اللہ عز وجل کی تسبیح و تقدیس کرتا رہتا تھا تخلیق آدم سے چودہ ہزار سال قبل جب اللہ نے آدمؑ کو پیدا فرمایا تو وہ نور ان کے صلب میں رکھا چنانچہ میں اور علیؑ ایک رہے یہاں تک کہ عبد المطلب کے صلب میں ہم الگ کر دیئے گئے مجھے نبوت عطا ہوئی اور علیؑ کو امامت۔ (دیلمی، ابن مغازی، امام احمد بن حنبل، امام نسائی، حموینی، محب طبری)

اگر حق را پرستاری تولای علیؑ باید محمدؐ را طلبگاری تولای علیؑ باید
بسوداگر ببازاری تولای علیؑ باید چو ایمان را خریداری تولای علیؑ باید
حدیث منقبت بشنو رموز معرفت بشنو چو عقل و گوش و سر داری تولای علیؑ باید
شریعت را نگیں محکم زحب اولیا خاتم چو اہل علم و دینداری تولای علیؑ باید
بہ لطف و فرحت وشادی بہ کرب و درد و بربادی بہ آسانی و دشواری تولای علیؑ باید
علیؑ جان و جہان ما، علیؑ روح و روان ما زحق ما را بہ صد زاری تولای علیؑ باید
ترا اے قیس ازین صہبا مبارکباد استقا تولای علیؑ داری تولای علیؑ باید

(مولوی محمد عاصم قیس کاکوروی)

اگر تم حق تعالی کے پرستار ہو تو تمہارے لئے علیؑ سے تولا ضروری ہے۔ اگر محمدؐ کے طلبگار ہو تو علیؑ کا تولا ضروری ہے۔ اگر تم بازار میں نفع کا سودا چاہتے ہو تو تولائے علیؑ ضروری ہے۔ اگر تم ایمان کے خریدار ہو تو تولائے علیؑ ضروری ہے۔ علیؑ کی منقبت کی حدیثیں سن لو! معرفت کے رموز جان لو اگر تمہارے پاس عقل ہے، کان ہے اور سر ہے تو جان لو کہ علیؑ کا تولا ضروری ہے۔ شریعت کا ایک خوبصورت اور مضبوط نگینہ جو اولیاء اللہ کی محبت کی انگوٹھی میں جڑا ہوا ہے اگر تم صاحب علم اور دیندار ہو تو تولائے علیؑ ضروری ہے۔ لطف و فرحت اور خوشی میں کرب و درد اور بے چینی میں، غرض یہ ہے کہ ہر آسانی اور دشواری میں علیؑ کی محبت ضروری ہے، علیؑ ہماری جان ہیں، علیؑ ہمارا جہان ہیں، علیؑ ہماری روح ہیں، اللہ تعالی ہم گڑگڑاتے ہیں، محبت علیؑ کی بھیک مانگتے ہیں اے قیس اس شراب معرفت سے سیرابی مبارک ہو محبت علیؑ تم کو نصیب ہے اور علیؑ کی محبت ہی ضروری اور کافی ہے۔

کسی نے کیا خوب کہا ہے:

نبی جہان میں احمدؐ سا اور علیؑ سا امام جو کچھ ملا ہمیں قسمت سے انتخاب ملا

علیؑ علی الاعلیٰ ہے، علیؑ جمال ایزدی ہے اور علیؑ امام الانس والجن ہے، علیؑ نفس رسول ہے علیؑ بعد نبی افضل البشر ہے، نگاہ حقیقت سے دیکھئے، تو یہ حدیث پاک مشہور و مسلم ہے" جس کا میں مولیٰ علیؑ بھی اس کے مولیٰ" اب رسول برحقؐ کا یک فرمان مدنظر رکھئے میں قیامت کے روز تمام اولاد آدم کا سردار ہوں گا اور یہی ہمارا ایمان ہے کہ بلاشبہ ہمارے رسول برحقؐ سردار عالم آدم ہیں لہٰذا جب آپ کی سرداری مطلقہ متفق علیہ ہے تو علیؑ جو نفس رسول ہیں کیا وہ تمام اولاد آدم کے سردار و پیشوا نہیں جس کے سردار و پیشوا رسول، علیؑ بھی اس کے سردار و پیشوا، اس حقیقت کو اکابرین ملت آج تک تسلیم کرتے چلے آئے ہیں، دیکھیئے حضرت علیؑ کے حق میں مولانا روم فرماتے ہیں۔ ع:

افتخار ہر نبی و ہر ولی

ذات گرامی علی مرتضیٰ سجدہ گاہ شمس و قمر ہے، یہ قول ہمارا نہیں بلکہ مولانا روم فرماتے ہیں:

او خیو انداخت بر روئے کہ ماہ ‏ ‏ ‏ ‏ سجدہ آرد پیش او شام و پگاہ

(مثنوی معنوی)

اس نے اس چہرۂ انور پر تھوک دیا جس کے آگے چاند صبح و شام سجدہ کرتا ہے۔

جناب امیرؑ کی تمام کنیت میں سب سے زیادہ محبوب کنیت ابوتراب تھی اگر کوئی آپ کو اس نام سے یاد کرتا تو آپ بہت خوش ہوتے۔ عمار بن یاسر سے مروی ہے وہ فرماتے ہیں کہ میں ۲ھ میں غزوۂ عشیرہ میں علیؑ کے ساتھ تھا ہم لوگ ایک کھجور کے باغ میں زمین پر لیٹ رہے اور سو گئے، اتنے میں آنحضرتؐ تشریف لائے حضرت علیؑ کا تمام جسم خاک و دھول سے اٹا ہوا تھا یہ دیکھ کر آنحضرتؐ فرمانے لگے: قم یا ابا تراب (اٹھو اے ابوتراب) (مناقب امام احمد) کسی نے کیا خوب کہا:

گلوں سے کھینچ کر عطار نے خراب کی بو ‏ ‏ ‏ ‏ کجا علی کا پسینہ کجا گلاب کی بو

یہی سبب ہے جو کھینچتا ہے عطر مٹی سے ‏ ‏ ‏ ‏ بسی ہوئی ہے زمین میں ابوتراب کی بو

اللہ تعالیٰ نے انسانی تخلیق جن چار اجزا سے فرمائی ہے آب، خاک، باد اور آتش ان چاروں عناصر میں خاک ہی وہ واحد عنصر ہے جو نور کو مکمل طور پر اپنے میں جذب کر لینے کی پوری صلاحیت رکھتی ہے اس خاک کا پتلا جب جاذب انوار الٰہی ہوا تو ملائکہ کو اسے سجدہ کرنے کا حکم دیا گیا جس کا گواہ قرآن پاک ہے: فقعوا له ساجدين کیا یہ سجدہ اس مشت خاک کو تھا جس کی تخلیق رب کائنات کے ہاتھوں ہوئی ہے؟ جی نہیں! مقدس امانت کو تھا جس کے لئے ارشاد ہے: انا عرضنا

الامانة علی السماوات والارض۔

آسماں بار امانت نتوانست کشید قرعۂ فال بنام من دیوانہ زدند

مولائے کائنات گو کہ مشت خاک تھے لیکن ان کی ذات بلند درجات از سرتا بقدم ادراک تھی آپ نور خداوندی سے ایسے مجلی ہوئے کہ ذات گرامی سوئی علی مسجود ملائکہ ہوگئی اور علیؑ کا نقش کف پا سجدہ گاہ عرفا ہو گیا:

بہ سوئے کعبہ رود شیخ و من بسوئے نجف بہ رب کعبہ کہ اینجا مراست حق زطرف

تفاوتی کہ میان من ست و او اینست کہ من بسوئے گہر رفتم او بہ سوئے صدف

جناب شیخ کعبہ کو سدھارے اور میں نجف کی طرف چلا۔ رب کعبہ کی قسم میں حق پر گامزن ہوں مجھ میں اور ان میں جو فرق ہے وہ یہ ہے کہ میں گوہر کی تلاش میں ہوں اور وہ صدف کی تلاش میں۔

علیؑ و کعبہ میں فرق ہے نگاہ باطن سے دیکھ لیجئے:

مکیں مکیں ہے مکاں مکاں ہے صدف صدف ہے گہر گہر ہے

تمام سلاسل روحانی آپ کے ہی چشمۂ فیض سے جاری و ساری ہیں تمام سالکین ارباب فنا اور کاملین آپ کی فیض نظر کے محتاج ہیں۔ تمام صوفیا اور عارفین کے آپ ہی ملجا و ماویٰ ہیں حضرت مجدد الف ثانی کے پیر طریقت حضرت باقی باللہ کیا خوب فرماتے ہیں۔

من حاصل این خطاب گویم مضمون ابو تراب گویم

خاک اند جماعتی کہ مردند ہستی بخدائے خود سپردند

از سطوت نور در نشستہ در آب بقا فرو نشستہ

سر حلقۂ خاکیان علی بود سر سلسلۂ جہان علیؑ بود

(خواجہ باقی باللہ)

میں لفظ ابوتراب کا مضمون اور اس خطاب کا حاصل بیان کر رہا ہوں ایک جماعت خاک کی طرح ہے جس کا نفس مردہ ہے، ان لوگوں نے اپنی ہستی یکسر اللہ کے حوالہ کر دی ہے، نور کے غلبہ سے ان کا نفس شکستہ ہو چکا ہے، یہ لوگ آب بقا میں جا بیٹھے ہیں، ان خاکیوں کے حلقہ کے سردار علیؑ تھے اور دنیا جہان کے سلسلۂ اولیاء کے سردار علیؑ تھے۔[۱]

۱۔ در مناقب اہل بیت، ص ۲۸۲، مؤلفہ مولانا کوثر ندوی

خاک کے پتلے پر تجلی ذاتی ہوئی تو وہ خاک جاذب انوار الٰہی ہو گئی اور اس آئینہ میں رخ آئینہ ساز کی دمک نظر آنے لگی۔ "الله نور السموات والارض مثل نوره کمشکوٰۃ فیها مصباح المصباح فی زجاجة الزجاجة کانها کوکب دُری یوقد من شجرة مبارکة زیتونة لاشرقیه و لاغربیة یکاد زیتها یضئ و لو لم تمسسه نار نورٌ علی نور" اللہ تعالیٰ آسانوں اور زمین کا نور ہے اس کے نور کی مثال ایک قندیل کی ہے جس میں چراغ روشن ہے وہ چراغ قندیل ہے اور قندیل ایک روشن تارے کی طرح ہے جو شجر مبارکہ سے روشن تاباں ہے نہ تو شرقی ہے اور نہ ہی غربی اس کا تیل ہر سو روشنی بکھیر رہا ہے گو کہ آگ کا وہاں گزر ہی نہیں وہ تو نورٌ علی نور ہے۔

نور نورم، نور نورم، نور نورم　　　من چراغ دیدہ و روغن نیم

(مولانا روم)

نور الٰہی کا پرتو دیکھنا ہے تو محمدؐ کے رخ روشن کی تابانیاں دیکھئے جو ایسا چراغ روشن ہے جس سے ہزاروں آفتاب شرمندہ ہیں بلکہ آفتاب و ماہتاب کی کرنیں مستعار ہیں اس نور مجسم سے جو صاحب لولاک ہے جو ع:

نور تو اول و آخر بظہور آمدہ

کا مصداق ہے اور جو ہجوم تجلی سے معمور ہے صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم بعدد کلمات الله التامات اس چراغ روشن کو قندیل رشد و عرفان میں دیکھنا ہے تو اسے دیکھئے جس کے لیے ارشاد سرور کائنات ہے ہے انا و علی من نور واحد چراغ مصطفوی کا محافظ حقیقی اس کا محبوب حقیقی جو طالب بھی ہے اور مطلوب بھی اور اسی محافظ حقیقی نے اس سراج منیر کو قندیل مرتضوی میں رکھ چھوڑا۔ کبھی قلب محمدی کو نادعلی سے سکون بخشا تو کبھی روح محمدی کی تسکین کے لئے شب معراج علی کی آواز میں تکلم فرمایا، حق تعالیٰ نے کبھی اسے آسمان کی بلندیوں سے علی الاعلیٰ کے نام سے پکارا تو کبھی مظهر العجائب والغرائب کی خلعت فاخرہ سے اسے مزین فرمایا۔ وہ ستارہ تابندہ جس کی تب و تاب اس مبارک شجر سے ہے جس کے لئے ارشاد ہے: اصلها ثابت و فرعها فی السماء یعنی اس کی اصل قائم ہے اور اس کی فرع آسمان میں ہے۔

حضرت خداوند نعمت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندرؒ اپنی تصنیف نفائس المنن فی فضائل سیدنا ابی الحسن میں فرماتے ہیں: ولایت ولی سے مشتق ہے۔ ولی اس کو کہتے ہیں جو ذات و

صفات الٰہی کو اپنے امکان بھر جاتا ہو۔ شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں کہ ولی وہ ہے جس کے دیکھنے سے ذکر کا فائدہ حاصل ہو چونکہ ذکر سب سے بڑی عبادت ہے اور اولیاء اللہ کے جمال باکمال کا مشاہدہ اس نعمت کے حصول کا موجب ہوتا ہے اور اولیاء اللہ کی زیارت عبادت الٰہی ہے، حدیث نبوی: النظر علی وجہ علی عبادۃ علیؑ کے چہرہ کو دیکھنا عبادت ہے، میں بھی یہی حقیقت بیان کی گئی ہے اور اس مضمون کی کسی حدیث کا کسی اور صحابی کی شان میں وارد نہ ہونا اس امر کی کھلی دلیل ہے کہ بعد آنحضرتؐ حضرت علیؑ ہی منصب ولایت پر فائز ہوئے۔ حدیث ولایت "من کنت مولاہ فعلی مولاہ" اور حدیث موالات: انّ اللہ عزّ و جلّ مولای و انا ولی کلّ مؤمن ثم اخذ بید علی و قال من کنت ولیہ فھذا ولیہ اللھم و ال من والاہ و عاد من عاداہ. بے شک اللہ میرا مولی ہے اور میں ہر مومن کا ولی ہوں پھر حضرت علیؑ کا ہاتھ پکڑا اور فرمایا جس کا میں ولی یہ بھی اس کا ولی۔ اے اللہ اس سے محبت رکھ جو اس سے محبت رکھے اور جو اس سے دشمنی رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ، بھی اسی شرف پر دلالت کرتی ہے۔ رسالہ الحمۃ الہدیٰ میں ہے کہ نبوت اعلیٰ ترین مراتب قرب الٰہی کا نام ہے اور نبی منجانب اللہ عالم خلق و عالم امر دونوں کی اصلاح پر مامور ہوتا ہے، چنانچہ حضرت علیؑ سے عالم امر کی اصلاح نہایت اکمل طریقہ سے ہوئی ایسا کہ آپ ہی فائز بمرتبۂ ولایت ہوئے اور تمام صحابہ ولایت میں آپ کے تابع ہوئے اور قیامت تک کے لئے حصول ولایت آپ کے اتباع پر مربوط رکھا گیا، اولیاء امت آپ کی سرکار سے وابستہ اور آپ کے خوان فیض کے محتاج قرار دیے گئے۔ شاہ عبد العزیز صاحب لکھتے ہیں حضرت علیؑ کا زمانہ ابتدائی دور ولایت ہوا آپ چونکہ پرتو اور صورت کمال عملی آنحضرتؐ کے تھے لہذا شیوخ طریقت و اصحاب معرفت و حقیقت نے آپ کو فاتح باب ولایت محمدیہ و خاتم ولایت مطلقہ انبیا لکھا ہے۔ اسی سبب سے اولیاء اللہ کے تمام سلاسل آپ پر ہی منتہی ہوتے ہیں آپ کو اور آپ کی ذریت طاہرہ کو تمام امت مثل پیروں اور مرشدوں کے مانتی ہے اور امور تکوینیہ کو آپ سے وابستہ جانتی ہے:

اے بحر عجائب و غرائب مددے　　اے شاہ مشارق و مغارب مددے
عمریست کہ گم نمودہ ام راہ طلب　　اے باب مدینۂ مطالب مددے

اکابرین کا قول ہے کہ خلافت دو طرح کی ہے ایک خلافت کبریٰ، دوسری خلافت صغریٰ۔ خلافت کبریٰ سے مراد خلافت باطنی ہے جسے خلافت روحانی کہا جاتا ہے۔ تمام مشائخ اس بات پر متفق ہیں

کہ خلافت کبریٰ بعد حضور انورؐ حضرت علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ کو عطا ہوئی۔

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین اولیاء فرماتے ہیں معراج کی رات سرور کائنات نے ایک نورانی کمرہ دیکھا جو مقفل تھا جبرئیل سے پوچھا کہ میں اس کمرہ میں داخل ہونا چاہتا ہوں انہوں نے عرض کیا یا سیدالمرسلینؐ! بغیر اللہ کی اجازت کے ایسا نہیں ہوسکتا حضورؐ نے خواہش فرمائی اور اجازت ملنے پر جبرئیل نے دروازہ کھولا اس میں ایک نورانی صندوق دیکھا جو مقفل تھا اس صندوق کے اندر ایک خرقہ تھا حضورؐ انور نے عرض کیا یا اللہ کیا یہ خرقہ میرا ہے حکم ہوا کہ اے محمدؐ اسے پہن لیجئے یہ آپ ہی کے لیے تھا اور اسے ہزاروں پیغمبروں میں سے کسی کو نہ دیا تھا۔ حضورؐ نے خرقہ کو ذوق شوق کے عالم میں پہن لیا اور روح الامین نے آپ کو مبارک باد دی۔ حضورؐ نے بارگاہ ایزدی میں عرض کیا یا اللہ یہ خرقہ میرے لئے مخصوص ہے یا میری امت میں سے کوئی اور بھی اس کا حقدار ہے۔ حکم ہوا کہ آپؐ کے ساتھیوں میں سے جو بھی عیب پوشی اختیار کرے گا یہ خرقہ اسے عطا کردیجئے گا۔ جب حضورؐ معراج سے واپس تشریف لائے تو صحابۂ کرام کو طلب فرمایا اور فرمایا آج رات مجھے یہ خرقہ عطا ہوا ہے لیکن اس کا ملنا مشروط ہے جو خداوند تعالیٰ کی مرضی کے مطابق جواب دے گا اسی کو یہ خرقہ ملے گا حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ یہ سن کر کھڑے ہوئے اور حضورؐ نے پوچھا اگر تم کو یہ خرقہ عطا ہو تو تم کیا کروگے؟ انہوں نے عرض کیا سچائی اختیار کروں گا آپؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اس کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اٹھے حضورؐ نے فرمایا اگر تم کو میں یہ خرقہ دے دوں تو تم کون سی صفت اختیار کروگے؟ انہوں نے عرض کیا حیا اختیار کروں گا اور عبادت الٰہی، حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ اس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ حاضر ہوئے حضورؐ نے فرمایا اے عمر رضی اللہ عنہ اگر تم کو یہ خرقہ عطا ہو تو تم کیا کروگے؟ انہوں نے عرض کیا عدل اختیار کروں گا حضورؐ نے فرمایا بیٹھ جاؤ آخر میں امیرالمومنین حضرت علیؑ اٹھے حضورؐ نے فرمایا اے علیؑ اگر تم کو خرقہ عطا ہو تو تم کیا کروگے؟ آپ نے عرض کیا یا صاحب قاب قوسین بندگان خدا کی عیب پوشی کو اپنا شعار بنالوں گا حضورؐ نے فرمایا اسے پہن لو تم ہی اس کے حقدار ہو۔ امیرالمومنین حضرت علیؑ نے اسے زیب تن فرمایا اور تمام صحابہ نے آپ کو مبارک دی اسی سبب مشائخ کا خرقہ بیعت بواسطہ امیرالمومنین خاتم النبیینؐ تک پہنچا ہے اور جس طرح نبوت کا کمال آنحضرتؐ پر ختم ہوگیا اسی طرح ولایت کا کمال علیؑ مرتضیٰ کی ذات گرامی پر اختتام پذیر ہوا۔

آن کس کہ بہ مصطفٰی نشین یار ست　　　آن کس کہ دلش خزینۂ اسرار ست

آن کس بہ جمیع مومنان سردار ست سلطان دو کون حیدر کرار ست

وہ ذات گرامی جو محمد مصطفیٰ کی سب سے اول صدیق ہے، وہ جس کا سینہ بے کینہ خزینہ اسرار الٰہی ہے، وہ جو تمام مؤمنین کا سردار سلطان دو جہاں یعنی حیدر کرار ہے۔

حدیث خرقہ کو تمام مشائخ نے مثلاً حضرت نظام الدین اولیاء مولانا سید مبارک علوی کرمانی، شیخ الہدایہ بن عبدالرحیم عثمانی، شیخ محمد اکرم صابری، حضرت شیخ نصیر الدین چراغ دہلوی، مولانا شیخ عبدالرحمٰن چشتی، شیخ نصیر الدین محمود وغیرہ نے روایت کی ہے۔

غزوۂ حنین، غزوۂ طائف وغزوۂ تبوک سب علیؑ کی شجاعت کی داستانیں قیامت تک دہراتی رہیں گی۔ غزوۂ تبوک میں ہی انت منی بمنزلة هارون من موسی و لکن لانبی بعدی تم میرے لئے ایسے ہی ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون لیکن میرے بعد نبوت نہیں ہے۔ کی خلعت فاخرہ سے علیؑ کو مزین فرمایا جاتا ہے علیؑ کے فضل وکمال پر فضل وکمال خود انگشت بدنداں ہیں:

کتاب فضل ترا آب بحر کافی نیست کہ تر کنم سر انگشت و صفحہ بشمارم

تیرے فضائل کی کتاب کے لیے سمندروں کا پانی کافی نہیں کہ انگشت شہادت کو اس سے تر کرتے ہوئے صفحات فضائل علیؑ کا شمار کروں۔

اسلام کی تاریخ میں ۱۰ھ کو خصوصی اہمیت حاصل ہے کیونکہ یہی سال تکمیل دین محمدی کا بھی ہے اور انعام الٰہی کے اتمام کا بھی۔

حضورؐ انور حج کا قصد فرماتے ہیں یہ حضور کا آخری حج ہے، حج سے فارغ ہوتے ہیں اور جب مدینہ منورہ تشریف لے جاتے ہیں تو خم غدیر کے مقام پر ارشاد ہوتا ہے یا ایھا الرسول بلغ ما انزل الیک من ربک اے رسولؐ لوگوں تک وہ بات پہنچا دیجئے جو اللہ نے آپ پر نازل فرمائی ہے۔

خم غدیر کے مقام پر اٹھارہ ذی الحجہ کو قیام فرماتے ہیں اور بعد نماز ظہر ایک مجمع عظیم کو غدیر خم کے میدان میں حضورؐ انور جمع فرماتے ہیں اور بقول امام احمد بن حنبل علیؑ مرتضی کا ہاتھ پکڑ کر ارشاد فرماتے ہیں لوگو کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمانوں کو اپنی جان سے زیادہ مجھے عزیز رکھنا چاہئے۔ سب نے کہا ایسا ہی ہے۔ پھر فرمایا: خداوندا جس کا میں مولی علیؑ بھی اس کے مولی جو علیؑ کو دوست رکھے اسے تو بھی دوست رکھ اور جو علیؑ کو دشمن رکھے تو بھی اسے دشمن رکھ۔ حضرت عمرؓ نے یہ سن کر فرمایا اے ابو طالب کے بیٹے تم کو مبارک ہو کہ تم تمام مسلمانوں کے مولی ہوئے:

میں جرعہ نوش بادۂ خم غدیر ہوں — مست شراب عشق جناب امیر ہوں
نامہ سیاہ پر گنہ دے نواسی — مداح اہل بیت بشیر و نذیر ہوں
(حضرت مولانا حافظ شاہ علی حیدر قلندر)

حضرت مولائے کائنات کے نام نامی اور اسم گرامی کے ساتھ لفظ کرم اللہ وجہہ مخصوص ہے اور اس کا سبب یہ ہے کہ حضور کی پیشانی کبھی غیر خدا کے آگے نہ جھکی ، آپ کی جبین مقدس کو شرک سے محفوظ و ماموں رکھا گیا صحابۂ کرام میں اس فضیلت عظیمہ میں آپ منفرد ہیں۔ دوسرا سبب یہ ہے کہ خود حضورؐ انور نے ارشاد فرمایا علیؑ کا چہرہ دیکھنا عبادت ہے چنانچہ صحابۂ کرام علی کے روئے انور کی زیارت فرماتے تو کہہ اٹھتے لا الہ الا اللہ ما اکرم ھذا الفتی گویا علیؑ کے روے انور کی زیارت نہ صرف باعث ازدیاد ایمان بلکہ واسطۂ تجلی روح وصفائی باطن تھی۔

لفظ "علیہ السلام" بھی صحابۂ کرام میں صرف حضرت علیؑ اور آپ کی آل مقدس کے لئے نہ صرف جائز بلکہ باعث اجر عظیم و متابعت خدا اور رسول ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کسی کو سلام فرماتا ہے تو یہ یقیناً نہایت اعلیٰ اعزاز و اکرام ہے، اگر رسول اکرمؐ روحی و قلبی فداہ کسی کو سلام فرماتے ہیں تو بھی یقیناً یہ بہت بڑا انعام ہے۔ دیکھئے قرآن مجید میں سلامٌ علی موسی و ھارون آیا ہے اب حضورؐ انور کے اس فرمان مبارک پر نظر ڈالئے: اے علی تم میرے لئے ایسے ہو جیسے موسیٰ کے لئے ہارون، حضورؐ انور کے اس ارشاد سے بخوبی واضح ہے کہ رب کریم کی طرف سے سلام کا اعزاز موسیٰ و ہارونؑ کو ہے اور محمدؐ و علیؑ کو یہ سلام اس نور مقدسہ کو ہے جس کے لئے ارشاد ہے اللہ نور السموٰت والارض جس کے لئے ارشاد ہے انا و علی من نور واحد۔

سورہ والصافات میں ہے سلام علی ال یٰسین مفسرین نے اسے آل یٰس اور ال یاسین دونوں طرح پڑھا ہے اور دونوں قرأتوں کو بالیقین کلام الٰہی مانا ہے دونوں کو سبعہ اور متواترہ مانا ہے جن کے انکار کو کفر کہا ہے مفسروں کے امام حضرت عبداللہ بن عباس نے بھی سلام علی آل یٰس فرمایا ہے آل یٰس سے مراد آل محمد یعنی علی، فاطمہ، حسن اور حسین ہیں قرأت کے ساتوں اماموں نے مفسروں کے سرتاج حضرت عبداللہ بن عباسؓ کی اس تفسیر کی تصدیق فرمائی ہے اور یہی وجہ ہے کہ محدثین و ائمہ نے ان حضرات کے نام نامی کے ساتھ علیہ السلام استعمال فرمایا ہے۔ جب آیۂ تطہیر نازل ہوئی تو حضورؐ انور نو ماہ تک مسلسل روزانہ بعد نماز فجر حضرت علیؑ کے گھر پر تشریف لا کر فرماتے

السلام علیکم یا اھل البیت. انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت و یطھرکم تطھیرا تم پر سلام ہو اے اہل بیت۔ بیشک اللہ چاہتا ہے کہ اہل بیت سے کثافت کو دور فرما دے اور تم کو خوب پاک و صاف بنا دے۔ حضورؐ انور کا عمل وہ بھی ایک دو بار نہیں بلکہ دو سو سترہ بار رو برو صحابہ کرام اس حقیقت کا ایک بین ثبوت ہے کہ اہل بیت رسول کے لئے سلام کا اعزاز بارگاہ ایزدی سے عطا ہوا ہے، بارگاہ رسالت سے عطا ہوا ہے اور حضورؐ انور کے وفادار امتی ہونے کا تقاضا یہ ہے کہ ہم بھی حضورؐ کے ان بیحد چہیتوں پر درود و سلام بھیجیں، جب ان کا اسم مقدس آئے تو اس پر علیہ السلام کہیں کیونکہ علیہ السلام کی سند ان حضرات کو بارگاہ ایزدی اور دربار مصطفیؐ سے عطا ہوئی ہے۔

تقاضا ہے محبت کا ترانہ ہے محبت کا　　سلام با ادب یٰس پر اور آل یٰس پر

(علامہ کوثر ندوی)

انّ اللہ و ملئکتہ یُصلّون علی النّبی یا ایھا الّذین آمنوا صلّو علیہ وسلّموا تسلیماً.